WWW.AHLULHADEETH.NET

٦۔الدار السلفیۃ ٨/٦ حضرت ٹیرس، شیخ حفیظ الدین روڈ، بائیکلہ ممبئی ٨۔
٧۔الکتاب انٹرنیشنل، بٹلہ ہاؤس، مرادی روڈ، جامعہ نگر نئی دہلی ٢٥۔

عقیدہ یا جہالت

معلومات کے لئے! اجتناب کے لئے

☆

تالیف

مولانا مشتاق احمد کریمی

طابع وناشر

فہرست مضامین کتاب

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۔	مقدمہ از مولف	۱
۲۔	اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنا	۸
۳۔	اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد	۱۵
۴۔	علم اسماء وصفات پر ایمان کا درجہ	۱۷
۵۔	اسماء وصفات سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ	۱۹
۶۔	اسماء وصفات پر ایمان کے بنیادی اصول	۲۲
۷۔	اسماء وصفات میں الحاد کا معنیٰ	۲۴
۸۔	سلف صالحین کے بارے ایک غلط فہمی کا ازالہ	۲۶
۹۔	کسی مخلوق کے بارے میں غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا	۲۷
۱۰۔	نجومی، جوتشی اور چوری کا پتہ بتانے والوں کے پاس جانا	۳۳
۱۱۔	نجومی، کاہن اور جوتشی سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۶
۱۲۔	غیر اللہ سے دعا وفریاد کرنا	۴۰

۱۳۔ غیراللہ سے دعا وفریاد کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ ۴۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۴۔	شرک سے روکنے والوں پر ایک بہتان کا جواب	۶۰
۱۵۔	غیراللہ کے لئے نذر ماننا اور جانور ذبح کرنا	۶۵
۱۶۔	جادو اور شعبدہ بازی	۷۲
۱۷۔	قرآن، دین اور رسول ﷺ کا مذاق اڑانا	۸۲
۱۸۔	فحاشی و بے حیائی کو حلال سمجھنا اور ان پر راضی ہونا	۸۴
۱۹۔	تعویذ و گنڈے	۸۷
۲۰۔	فہرست مضامین	۹۷
۲۱۔	ضعیف حدیث پر عمل کرنے والوں کیلئے ایک لمحہ فکریہ	۹۹

تمت بالخیر

وَآخِرُ دَعْوَانَا أنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

پیش لفظ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أنْفُسِنَا، وَمَنْ سَيِّئَاتِ أعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهُ، وَأشْهَدُ أنْ لاَ إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ وَأشْهَدُ أنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، أمَّا بَعْدُ:

میرے پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ پر اور مجھ پر رحم فرمائے ، یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے بہت سارے وعدے کئے ہیں، ان وعدوں کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی ، ایک وعدہ تو یہ ہے: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الأرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمْ الَّذِىْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أمْناً، يَعْبُدُوْنَنِىْ لَايُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئاً وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (النور:۵۵) ”تم میں ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطا کرے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی تھی ،

اوران کے لئے ان کے دین کو غالب کردے گا جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، اوران کے دلوں میں خوف وہراس کی جگہ امن وچین سے بھر دے گا، وہ صرف میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اس کے بعد جو کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں''۔

اورایک وعدہ یہ ہے: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا ﴾ (الحج: ۳۸) ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے''۔

اورایک وعدہ یہ ہے: ﴿ لَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً ﴾ (النساء: ۱۴۱) ''اللہ تعالیٰ مومنوں کے خلاف کافروں کے لئے ہرگز راستہ نہیں بنائے گا''۔

نیز ایک وعدہ یہ ہے: ﴿ وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الروم: ۴۷) ''مومنوں کی مدد کرنا ہم پر حق ہے''۔

نیز ایک وعدہ یہ ہے: ﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرىٰ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ ﴾ (الأعراف: ۹۶) ''اگر گاؤں والے ایمان لائیں اورتقوی اختیار کریں تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیں''۔

ان مذکورہ وعدوں کا تعلق تو دنیا سے ہے، آخرت سے متعلق

وعدے یہ ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ، خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴾ (الکہف: ۱۰۷- ۱۰۸) ''جولوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیئے، ان کا مہمان خانہ جنت الفردوس ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونا کبھی نہیں چاہیں گے''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيْ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلىٰ قَلْبِ بَشَرٍ، إِقْرَؤُا إِنْ شِئْتُمْ :فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (السجدۃ: ۱۷) ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسا ایسا سامان تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا کوئی تصور آسکا ہے،، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیا کیا چیزیں مخفی رکھی گئی ہیں)''۔(بخاری)

عصر حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار پر جس کی گہری نظر ہے، وہ جانتا ہے کہ مذکورہ وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو دنیا میں دینے کے لئے کیئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی آج ان کو حاصل نہیں، آج

عزت وغلبہ اور زمین کی خلافت وغیرہ سب کفر اور طاغوتی طاقتوں کے پاس ہے اور امن وسلامتی، عزت وغلبہ اور خوش حال زندگی سے مسلمان یکسر محروم ہو گئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس حالتِ زار کے ذمہ دار ہم خود ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اس کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلاً﴾ (النساء:۱۲۲)''اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون سچا ہوسکتا ہے''۔معلوم ہوا کہ ہمیں اپنے اندر کی خامیوں اور برائیوں کو دیکھنا پڑے گا کہ وہ کون سی خامیاں اور برائیاں ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہم پر پورا نہیں ہو رہا ہے۔اس آیت کو دوبارہ غور سے پڑھئے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو زمین کی خلافت دینے کا وعدہ کیا ہے، اس میں آپ دیکھیں گے کہ: ''وہ بندے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے''۔معلوم ہوا کہ اب سارے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اسکے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرانے سے باز آئیں۔

آج مسلمانوں کے یہاں عبادت کا یہ معنیٰ ومفہوم رہ گیا ہے کہ صرف لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت اور صوم وصلاۃ،

حج وزکوۃ کا نام عبادت ہے، اس کلمہ کے معنیٰ ومفہوم، تقاضے ولوازمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کے نزدیک حکومت کو دین سے الگ کرنا، یا اپنے خطہ میں رائج قبیلوں اور قوموں کے خودساختہ نظاموں اور قوانین کے مطابق حکومت کرنا، غیر اللہ سے دعا وفریاد اور استغاثہ کرنا، غیر اللہ کے لئے نذرانے اور چڑھاوے چڑھانا اور جانوروں کو ذبح کرنا، دین کا مذاق اڑانا، اللہ ورسول ﷺ کو گالیاں دینا، جوتشیوں، نجومیوں اور کاہنوں کے پاس جانا وغیرہ امور عبادت کے منافی ومخالف نہیں سمجھے جاتے۔ بات یہیں تک نہیں رک جاتی، بلکہ بعض مسلمانوں کے نزدیک مذکورہ تمام کام دین کے نام پر کئے جاتے ہیں اور انہیں کارِثواب سمجھا جاتا ہے اور ان چیزوں سے منع کرنے والوں کو دین سے خارج، مرتد اور کافر گردانا جاتا ہے، جبکہ ان چیزوں کا دین سے ادنیٰ درجہ کا بھی تعلق نہیں۔

مذکورہ اسباب کی بنا پر اور اس وجہ سے بھی کہ شرک انسان کے سارے اعمال کو رائیگاں کردیتا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (الزمر:٦٥) ''اے نبی! اگر آپ شرک کریں تو آپ کے اعمال بھی ضائع ہوجائیں گے

اورآپ خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے‘‘۔ نیز بعض احباب کے اصرار پر میں نے مناسب سمجھا کہ عقیدہ کے کچھ مسائل پر قلم اٹھاؤں، جن میں بہت سارے مسلمان مبتلا ہیں۔ اپنی علمی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے باوجود امتِ مسلمہ کی خیرخواہی اوران کی ہدایت کے جذبہ کے تحت اللہ تعالیٰ کا نام لے کرلکھنا شروع کیا، وہی تنہا مددگار اور وہی تنہا معبود ہے اور وہی توفیق دینے والا ہے۔

اس مختصر کتابچہ میں اس امر کی خاص رعایت کی گئی ہے کہ زبان سلیس وآسان اور اسلوب سہل ہو تاکہ کم پڑھا لکھا طبقہ بھی آسانی کے ساتھ استفادہ کرسکے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ کسی بھی مسئلہ کو طول نہ دیا جائے، ہاں! اگرکسی مسئلہ میں قدرے تفصیل کی ضرورت محسوس کی گئی یا کسی شبہ کا جواب دیا گیا تو وہاں قدرے تفصیل ہوگئی ہے، نیز اس بات کا خاص التزام کیا گیا ہے کہ کسی بھی ضعیف حدیث سے استدلال نہ ہو۔ اگر حدیث بخاری ومسلم کی ہے یا دونوں میں سے کسی ایک امام نے روایت کی ہے تو اس پر اکتفا کرلیا ہے، اور اگر ان کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے تو اس کی صحت کا اطمینان کرلیا ہے اور طوالت کے خوف سے ائمہ کے اقوال ذکر نہیں کیئے گئے ہیں، تاکہ یہ کتابچہ ایک مجلس

میں پڑھا جا سکے اور اس کا نام ﴿عقیدہ یا جہالت﴾ رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق بات کہنے، لکھنے اور اس کی تبلیغ واشاعت کی توفیق عطا فرمائے اور میرے اس حقیر عمل کو اپنی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بنائے اور عام مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے اور ان کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین وهو السميع المجيب۔

وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإحْسَانٍ إلىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ۔

مشتاق احمد کریمی

صدر و بانی الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی، کٹیہار

دوشنبہ ۴/۱۲/۱۹۹۵ء مدینہ منورہ، سعودی عرب

اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد صرف اس کے رزق کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لی ہے بلکہ اس کے دین و دنیا کی خیر وفلاح اور نفع وفائدہ کو بتانے کی ذمہ داری بھی اپنے سر لی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی وفات جب ہوئی جب دین ہر طرح سے مکمل ہو گیا اور عبادات ومعاملات کی ساری ہدایات آپ نے امت تک پہنچا دیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْناً ﴾ (المائدہ:۳) ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا''۔

نیز اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اور وہ بلاشک وشبہ سارے انسانوں کے مصالح، ان کے فائدہ کی چیزوں اور ان کی دنیوی زندگی میں پائدار امن وسلامتی، قرار وشانتی اور خوشحالی وکامرانی کی باتوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اس لئے اس نے ان کے مناسب حال قوانین واحکام بنائے ہیں جو امن وسکون، خیر وفلاح اور خوشحال زندگی کی ضمانت

دیتے ہیں، کیونکہ یہ احکام وقوانین ان کے خالق کی طرف سے آئے ہیں جو ان کے سارے امور سے باخبر ہے اور ماضی و مستقبل کی تمام چیزوں پر مکمل بصیرت رکھتا ہے۔ اس طرح اس نے قصاص وحدود کے قوانین بنائے ہیں جن میں ہمارے لئے ہی زندگی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُوْلِي الأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ:۱۷۹) ''اے عقل والو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے تاکہ تم تقوی اختیار کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب قرآن اور اپنے رسول محمد ﷺ کی سنت کی طرف لوٹ آنے کا حکم دیا ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَائَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَيْكَ﴾ (المائدہ:۴۹) ''اور ان کے درمیان آپ اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور اس امر سے چوکنا رہیں کہ وہ آپ کو اللہ کے بعض قانون سے پھیر دیں''۔

نیز ارشاد فرمایا: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْماً لِقَوْمٍ يُوْقِنُوْنَ﴾ (المائدہ:۵۰) ''کیا یہ لوگ

جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں ؟ اور یقین کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر کون فیصلہ کرنے والا ہے''۔

نیز ارشاد باری ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ (المائدہ:۴۴) ''اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں''۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾ (المائدہ: ۴۵) ''اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی لوگ ظالم ہیں''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (المائدہ:۴۷) ''اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی لوگ فاسق ہیں''۔ نیز ارشاد ہے: ﴿ فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوْا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ (النساء: ۶۵) ''آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہانتک کہ وہ اپنے اختلافی معاملات میں آپ کو فیصل نہ مانیں، پھر آپ جو فیصلہ کردیں اسے ماننے میں اپنے دلوں میں کچھ بھی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے آگے سر تسلیم خم کردیں''۔ نیز

ارشاد ربانی ہے: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ﴾ (النساء:۵۹) ''اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو''۔

مذکورہ آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ جو اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے انسان کا فیصلہ مانے، یا اللہ و رسول کے فیصلہ کے خلاف اپنے رسم و رواج، اسلاف و اکابر اور قوم و برادری کی تقلید کرے، یا خود ساختہ نظریات و قوانین کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ یہ قوانین اللہ و رسول کے قانون سے بہتر ہیں، تو اس نے غیر اللہ کی عبادت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ أَنْ لَا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف:۴۰) ''حکم و قانون صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اس نے یہ حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

قانون اگر اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت سے نہ ہو تو اسے طاغوتی قانون شمار کیا جائیگا، ارشاد ربانی ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُمْ آمَنُوْا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ

أَنْ يَتَحَاكَمُوْا إِلىٰ الطَّاغُوْتِ وَقَدْ أُمِرُوْا أَنْ يَكْفُرُوْا بِهِ وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيْداً ﴾ (النساء:٦٠) ''کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جو اپنے زعم میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ پر اور آپ سے پہلے نازل کردہ قانون پر ایمان لے آئے ہیں، جو چاہتے ہیں کہ طاغوت کو فیصلہ کرنے والا بنائیں، حالانکہ انہیں طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا تھا، اور شیطان تو انہیں بہت دور کی گمراہی میں ڈال دینا چاہتا ہے''۔

اس لئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ ''طاغوت'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ بندہ اپنی بندگی کے حد کو پار کر جائے۔یعنی جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس کی عبادت سے راضی ہو۔اس میں باطل معبود، ملک کا حاکم، قوم کا سردار اور پارٹی کا لیڈر سب شامل ہیں۔اس طرح ہر قوم کا طاغوت وہ شخص ہوگا جس کے پاس لوگ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر فیصلہ کے لئے جاتے ہیں، اللہ کی طرف سے نازل کردہ کسی ہدایت ورہنمائی کے بغیر اس کی اقتدا کرتے ہیں، یا ان امور میں اس کی اطاعت کرتے ہیں جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے کہ یہ اللہ کی اطاعت ہے یا نہیں۔ارشاد ربانی ہے: ﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ

وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ (البقرۃ:٢٥٦) ’’جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے ایسے مضبوط دستہ کو تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے،،۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا فیصلہ وقانون ہی وہ تنہا قانون ہے جو ہر زمانہ اور ہر خطہ میں پوری انسانیت کے لئے مناسب ولائق ہے بلکہ وہی تنہا قانون ہے جسے دنیا کے ہر خطہ میں نافذ کیا جانا ضروری ہے۔

اس لئے جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کرنا ضروری نہیں ہے، یا اللہ تعالیٰ کا بعض قانون موجودہ زمانہ میں یا آئندہ کسی بھی زمانہ میں نافذ العمل نہیں رہ گیا ہے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ اس میں اختیار ہے کہ نافذ کریں یا نہ کریں، یا وہ اللہ کے کسی قانون کا مذاق اڑائے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے قانون کے مقابلہ میں انسان کا قانون موجودہ زمانہ کے لحاظ سے زیادہ مناسب ولائق ہے، یا قانون بنانا دین کے دائرہ سے خارج ہے، یا قانون بنانا اور حکومت کرنا دین میں داخل نہیں ہے، تو ایسا شخص کفر صریح کا مرتکب ہے اور دین حنیف سے خارج، کیونکہ اس نے توحید عبودیت کا انکار کیا ہے جو صرف اللہ تعالی کی طرف قانون

وفیصلہ کو لوٹانے کو لازم ہے اور کسی دوسرے کو اس معاملہ میں کسی قسم کا حق واختیار نہیں ہے۔ ارشادالٰہی ہے: ﴿وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهِ أَحَداً﴾ (الکھف:۲۶) ''اللہ اپنے قانون میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا''۔

اس لئے تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ خواہ وہ حاکم ہوں یا رعایا کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کریں اور اپنی زندگی کے تمام مراحل اور تمام گوشوں میں اس کی شریعت کو نافذ کریں، اس کا مقابلہ اپنے رسم ورواج اور اپنے آباء واجداد سے چلی آرہی تقلید وعادات سے نہ کریں، بلکہ ایک مسلمان کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے آگے بلا چوں وچرا سر تسلیم خم کردے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (النور:۵۱) ''مومنوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ یہ کہہ اٹھیں کہ ''ہم نے سنا اور اطاعت کی'' اور یہی لوگ فلاح یاب ہیں''۔ اگر ہم اللہ ورسول کی اطاعت، خوش حال زندگی اور دنیا میں امن وسلامتی اور آخرت میں ہمیشہ کی آرام دہ زندگی چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا علم حاصل کرنے کا ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور رسول ﷺ کی احادیث پاک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کو بندوں کے مقابلہ میں زیادہ جاننے والا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ﴾ (البقرہ:١٤٠) ''کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟''۔ نیز رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، آپ جو کچھ کہتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحىٰ﴾ (النجم:٣ تا ٤) ''وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس آتی ہے''۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ان صفات سے منزہ بتایا ہے جن سے جاہلوں نے اس کو متصف کیا تھا، ارشاد ربانی ہے: ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلىٰ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ (الصافات:١٨٠،١٨١) ''آپ کا رب جو رب العزت ہے، ان تمام صفات سے پاک ہے جو جاہلوں نے اس کو متصف کیا ہے اور رسولوں پر سلام ہو''۔

معلوم ہوا کہ اسماء وصفات کے باب میں صرف قرآن مجید اور احادیث پاک ہی اس کے جاننے کا واحد ذریعہ ہے، کیونکہ یہ امورِ غیب سے تعلق رکھتے ہیں اور مذکورہ دونوں ذریعوں کے علاوہ تیسرا کوئی ذریعہ نہیں کہ جس سے اسماء وصفات معلوم کیا جا سکے۔ یہی مسلک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کا تھا، جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ شہادت دی ہے: ﴿خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِىْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ﴾ (بخاری ومسلم) ''بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہیں''۔

اس لئے اسماء وصفات کے باب میں سلف صالحین کا یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور تا قیامت ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا طریقہ ہی سب سے اچھا، سب سے محفوظ اور سب سے صحیح و درست طریقہ ہے۔ یہ بات بالکل حقیقت سے کوسوں دور ہے کہ متاخرین کا طریقہ جو یونانی فلسفہ وعلوم سے متاثر ہو گئے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے زیادہ بہتر اور زیادہ محفوظ ہے۔ اس کی حقیقت اس سے جان سکتے ہیں کہ ایک شخص جو پہلے یونانی فلسفہ وعلوم سے متاثر ہو گیا تھا اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے ہدایت ونجات دی تھی، یہ کہنے پر مجبور ہو گیا:

''میں نے متکلمین کے بحوث اور فلسفیانہ موشگافیوں پر بہت زیادہ غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ طریقہ نہ تو کسی بیمار کو شفا دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی پیاسے دل کو سیراب کرسکتا ہے، اس کے مقابلہ میں سب سے درست وصحیح طریقہ قرآن کا طریقہ پایا''۔

علم اسماء وصفات پر ایمان کا درجہ

اسماء وصفات کے علم کی اہمیت وفضیلت ہمارے لئے سورہ اخلاص پر غور کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہے جسے نبی کریم ﷺ نے حدیث پاک میں ''ایک تہائی قرآن،، فرمایا ہے۔ (صحیح، احمد وترمذی) اس سورہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وکمال اور اپنی وحدانیت میں منفرد ہے، اس کی ذات وہ ذات ہے جس کا ساری مخلوق محتاج ہے اور ساری مخلوق اپنی تمام ضروریات وحاجات میں اسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور یہ سورہ اجمالی طور پر اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کو شامل ہے، نیز اللہ تعالیٰ اولاد، مثل، شریک اور ہم رتبہ وہمسر سے یکسر پاک ہے۔اور یہ سورہ ایک تہائی قرآن کے برابر کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں جن باتوں کا ذکر آیا ہے ان سب کا خلاصہ تین علوم ہیں:

۱-علوم احکام جو عبادات و معاملات کہلاتے ہیں۔

۲- علوم جزاء یعنی اعمال کا بدلہ جو عمل کرنے والے کو دیا جائے گا، یا ثواب یا عقاب اور خیر و شر میں سے جس کا وہ مستحق ہو گا۔

۳- علوم توحید۔اور یہ علم تینوں علوم میں سب سے افضل ہے۔

سورہ اخلاص اجمالی طور پر علوم توحید کو شامل ہے جو پورے قرآن میں ایک تہائی علم ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، وہ شخص جب اپنے ساتھیوں کو صلاۃ (نماز) پڑھاتا تھا تو اپنی قراءت کے اخیر میں سورہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ضرور پڑھتا تھا۔ جب وہ لوگ مدینہ واپس آئے تو لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس بات کا ذکر کیا۔آپ نے فرمایا: ''اس سے دریافت کرو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟''۔لوگوں نے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا: ''چونکہ اس سورہ میں رحمان کی صفتوں کا ذکر ہے، اس لئے میں اسے زیادہ سے زیادہ پڑھنا محبوب جانتا ہوں''۔یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿أَخْبِرُوْهُ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ﴾ (مسلم) ''اسے یہ بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اسے محبوب جانتا ہے''۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''اسماء وصفات'' کا علم لوگوں کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس سے ان کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ، أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ﴾ (بخاری) ''لوگوں سے ان کے علم ومعرفت کے مطابق گفتگو کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلا دیا جائے؟''۔ اور امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ امام موصوف صفات والی حدیثوں کو بیان نہیں کرتے تھے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے:

۱- اللہ رب العالمین کا کلام اسماء وصفات سے پُر ہے جس کلام کے آگے سے باطل آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے، اور جس کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کے پڑھنے والے کو ہر ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں دی جائیں گی، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی احادیث پاک جو صحاح، مسند، سنن، معجم اور دوسری حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، اللہ

تعالیٰ کے اسماء وصفات سے بھری ہوئی ہیں۔اور یہ یقین کریں کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ عبادت قرار دیں اور اسے پڑھنے کا حکم دیں وہ فتنہ کا سبب بن جائے۔ بلکہ حقیقت تو ہے کہ متاخرین کا طریقہ اور اسلوب ہی فتنہ کا سبب ہے، کیونکہ انسان اس سے ایسے منطقی قواعد وقوانین اور فلسفیانہ موشگافیوں میں غرق ہوجاتا ہے جس کا خاطر خواہ اور تسلی بخش نتیجہ نہیں نکلتا اور جس پر نہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے، نہ احادیث پاک اور نہ ہی کسی صحابی کا قول۔

۲-علی رضی اللہ عنہ کے اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے سامنے ایسی باتوں کو بیان کرنا منع ہے جو ان کی موٹی عقلوں میں نہ آئے اور جن سے اصلاح کے بجائے بگاڑ پیدا ہوجائے، وہ فتنہ میں مبتلا ہوجائیں اور ان کی گمراہی و بدعات کو مزید تقویت ملے۔

قرآن مجید اور احادیث پاک سے صحابہ کرام اور سلف صالحین کے طریقہ پر اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو بیان کرنا جس میں یقیناً نور وہدایت ہے، اس میں ہرگز ہرگز اور کبھی بھی فتنہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ سلف صالحین کا طریقہ تکلفات اور مفروضات سے یکسر پاک ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ ان تمام اسماء وصفات کو ثابت مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے

لئے اوراس کے رسول ﷺ نے اللہ کے لئے ثابت کیا ہے۔ نیز وہ لوگ خالق ومخلوق کے مابین کسی بھی قسم کی مشابہت ومماثلت کا انکار کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اثر کے کئی مفہوم بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''ان اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث کا ظاہری مفہوم بدعت کو تقویت پہنچائے اوراصل میں ظاہر مراد نہ ہوتو اس حدیث کو اس شخص کے سامنے بیان نہ کرنا مطلوب ہے جس کے بارے میں خوف ہے کہ وہ ظاہری مفہوم پر عمل کرنے لگے گا'' (اور فتنہ کا شکار بن جائے گا)۔ واللہ اعلم۔

۳ - امام مالک رحمہ اللہ سے جو یہ منقول ہے کہ وہ عوام کے سامنے صفات والی حدیثوں کو بیان نہیں کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات سے خوف کھاتے تھے کہ عوام کہیں نادانی میں تشبیہ وتمثیل میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ علامہ ابن عبد البر نے امام موصوف سے نقل کیا ہے کہ جب ان سے اللہ تعالیٰ کے ''استواء علی العرش'' کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ''استواء'' کا معنیٰ معلوم ہے، اس کی کیفیت معلوم نہیں (مجہول) ہے، اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اوراس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے''۔ (دارمی، الرد علی الجمهية)۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان کے بنیادی اصول

۱- اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے اور اس کے رسول محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لئے جو اسماء وصفات بیان کئے ہیں، انہیں حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کے شایان شان ثابت ماننا، نیز اسم وصفت کے مابین، یا ایک صفت اور دوسری صفت کے مابین کسی قسم کی تفریق نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسماء وصفات سے اسی طرح متصف ہے جو اس کی ذات اور شان کے لائق ومناسب ہے۔

۲- اسماء وصفات کے سلسلہ میں زیادہ غور وخوض، تحقیق وتدقیق، بحث وتمحیص اور فلسفیانہ موشگافیاں کریدنا امت محمدیہ میں سلف صالحین کا طریقہ نہیں ہے جن کے خیرِ امت ہونے کی شہادت نبی کریم ﷺ نے دی ہے۔

۳- خالق ومخلوق کے مابین کسی قسم کی مشابہت ومماثلت کا انکار کرنا خواہ اس مخلوق کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا ہی بلند مقام ومرتبہ کیوں نہ ہو، ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (الشوریٰ:۱۱)
''اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ دیکھنے والا سننے والا ہے''۔

۴- اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات توقیفی ہیں۔ اور اسماء وصفات کو

صرف قرآن وسنت ہی سے ثابت کیا جاسکتا ہے، کیونکہ انہیں معلوم کرنے کا قرآن وسنت کے علاوہ اورکوئی تیسرا ذریعہ نہیں ہے۔ متاخرین نے نفی واثبات میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں جو وسعت کی ہے اور جس پر کوئی شرعی منصوص دلیل موجود نہیں ہے، وہ نا قابل قبول اور مردود ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں کسی قسم کا الحاد وتحریف نہ کرنا۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الأسْمَاءُ الْحُسْنىٰ فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أسْمَائِهِ، سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الأعراف: ۱۸۰) ''اللہ تعالیٰ کے بہت سارے اسماء حسنیٰ ہیں، تم اسے انہی ناموں سے پکارو، اوران لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے اسماء میں الحاد وتحریف کرتے ہیں، عنقریب ان کو ان کے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا''۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد کا معنیٰ

۱- اللہ تعالیٰ کے اسماء کو بدل ڈالنا، جیسے مشرکین نے کیا تھا، انہوں نے ﴿اللہ﴾ کو (لات)، ﴿عزیز﴾ کو (عزیٰ) اور ﴿منان﴾ کو (منات) بنا ڈالا تھا اور اپنے بتوں کا نام دے ڈالا تھا۔

۲- اللہ تعالیٰ کو باطل ناموں اور بے بنیاد صفتوں کے ساتھ متصف

کرنا، جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا ڈالا۔

۳- اللہ تعالیٰ کو ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جس سے اس کی ذات پاک وبری ہے، جیسے یہودیوں نے کہا کہ: ''اللہ تعالیٰ فقیر ہے'' اور ''اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں آسمان وزمین کو پیدا کرنے کے بعد ہفتہ کو آرام فرمایا تھا''۔ یا جیسے ہمارے بعض مسلمان بھائی کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے''، جبکہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہے، البتہ اپنے علم سے کائنات کی ساری چیزوں کو دیکھ رہا ہے اور ساری چیزوں سے واقف وباخبر ہے اور اس سے زمین وآسمان کی کوئی چیز مخفی وپوشیدہ نہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ کی صفت کو اس کے حقیقی معنیٰ سے خارج کردینا، جیسے بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ: ''یہ صرف الفاظ ہیں، ان کے معنیٰ مراد نہیں''۔ جس کا لازمی مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ﴿غفور ورحیم﴾ (بخشنے والا اور رحم کرنے والا) اور ﴿شدید العقاب﴾ (سخت سزا دینے والا) کے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں۔ اور جیسے بعض لوگوں نے ﴿ید اللہ﴾ (اللہ کا ہاتھ) سے ﴿قدرۃ اللہ﴾ یعنی (اللہ کی قدرت) مراد لیا ہے، اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفت کے الفاظ کو ان کے اصل معنیٰ سے الگ وجدا کردیا ہے۔

۵- اللہ تعالیٰ کی صفت کو مخلوق کی صفت سے تشبیہ دینا، جیسے اللہ

تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کو بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے کے مشابہ قرار دینا، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی شان کے ہرگز لائق نہیں، بلکہ اس میں اس کی ذات وشان کی تنقیص ہے۔

اس لئے میرے عزیز بھائی! آپ کا فریضہ ہے کہ آپ ہر اس نام وصفت پر ایمان لائیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے بیان کیا ہے اور ہر اس نام وصفت پر بھی ایمان لائیں جو اس کے رسول ﷺ نے اس کے لئے بیان کیا ہے، بالکل ایسا حقیقی ایمان جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کے لائق ہے، ساتھ ہی آپ ایک نام اور دوسرے نام کے درمیان، یا ایک نام اور صفت کے درمیان، یا ایک صفت اور دوسری صفت کے درمیان کسی بھی قسم کی تفریق نہ کریں اور اس نام وصفت کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی طرف سونپ دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ امام مالک رحمہ اللہ اور دوسرے اماموں سے یہی منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی مثیل ہے، نہ شریک ہے، نہ ہم رتبہ وہمسر ہے اور نہ اس کے مشابہ کوئی ہے۔ اور اس کی ذات اہل زیغ وضلال کے بیان کردہ اوصاف سے نہایت پاک وبلند ہے۔

سلف کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سلف صالحین صفات کے مسئلہ میں تفویض (اللہ کی طرف سونپ دینا) کے قائل تھے اور ان کا مسلک اس معاملہ میں توقف کا تھا، اور ان ہی کی طرف فرقہ ''واقفہ'' یا ''مفوضہ'' کو منسوب کیا جاتا ہے، تو یہ بات ایک حیثیت سے درست ہے اور دوسری حیثیت سے بالکل غلط۔ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سلف صالحین صفات کو حقیقت پر محمول کر کے ان کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی طرف سونپ دیتے تھے، تو یہ بات درست ہے۔ اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سلف صالحین صفات کا معنیٰ ثابت نہیں کرتے تھے، صرف صفات والی آیات واحادیث کو پڑھتے تھے اور اس کا معنیٰ اللہ کی طرف سونپ دیتے تھے، تو یہ بات نہ صرف یہ کہ نہایت درجہ غلط ہے، بلکہ سلف صالحین اور خود قرآن مجید پر بہت بڑا بہتان ہے، کیونکہ اس قول کا لازمی مطلب یہ ہوگا کہ سونپنے والا ﴿غفور ورحیم﴾ (بخشنے والا ورحم کرنے والا) اور ﴿شدید العقاب﴾ (سخت سزا دینے والا) وغیرہ نام وصفت میں کوئی فرق نہیں جانتا تھا، اور یہ سلف صالحین کے وسعتِ علم وعرفان اور ان کی گہرائی وگیرائی پر بہت بڑا بہتان ہے، جیسا کہ اس کی

تفصیل گزر چکی ہے۔

کسی انسان یا مخلوق کے بارے علم غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ علم غیب کو خاص کیا ہے، اس سلسلہ میں بہت ساری آیات واحادیث آئی ہیں، چند آیات واحادیث پاک درج ذیل ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل: ٦٥) ''آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِى ظُلُمَاتِ الأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِى كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الأنعام: ٥٩) ''اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، اسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور وہ دریا وخشکی کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا ہے مگر اسے بھی وہ جانتا ہے، اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ اور نہ کوئی خشک چیز اور نہ تر چیز مگر وہ روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے''۔

مذکورہ آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ کسی بھی مخلوق کے لئے علم غیب ثابت کرنا اس صفت میں اس کو نہ صرف اللہ تعالیٰ کا مد مقابل ٹھہرانا سمجھا جائے گا، بلکہ کفر سمجھا جائے گا۔ اسی قبیل سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ ''غیب'' جانتے تھے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: ﴿ قُلْ لاَ أَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلاَ أَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ (الأنعام: ۵۰) ''اے نبی! آپ کہہ دیجئے: میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں''۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا''، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِيْ الأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ، إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ (لقمان: ۳۴) ''اللہ تعالیٰ کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش اتارتا ہے اور وہی رحم مادر میں کیا ہے جانتا ہے، اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور نہ کوئی نفس یہ جانتا ہے کہ وہ کس جگہ مرے گا، بے شک اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ اعلان کرنے کے لئے کہا:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعاً وَلَا ضَراً إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ، إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَبَشِيْرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الأعراف:۱۸۸) ''اے نبی! آپ کہہ دیں: میں اپنی ذات کے لئے نہ نفع کا مالک ہوں نہ نقصان کا، مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، میں تو صرف ڈرانے والا اور ایمان والوں کو خوش خبری دینے والا ہوں''۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يَعْلَمُ مَا فِيْ الْغَدِ إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ﴾ (بخاری) ''آئندہ کل کی بات اللہ پاک و بلند کے علاوہ کوئی نہیں جانتا''۔

میرے پیارے بھائی! اگر نبی کریم ﷺ غیب کی باتیں جانتے تو غزوہ تبوک میں آپ کی اونٹنی کے گم ہو جانے کی جگہ آپ ضرور جان لیتے، اور جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا تو ایک مہینہ کی لمبی مدت تک پریشانی کے عالم میں ان کے معاملہ میں انتظار میں نہ رہتے، یہانتک کہ آسمان سے ان کی براءت نازل ہوئی جیسا کہ بخاری و مسلم کی

روایت میں اس اِفک کے واقعہ کی تفصیلات آئی ہیں۔

البتہ نبی کریم ﷺ نے کچھ غیبی امور کے بارے میں اپنی امت کو پیشین گوئی کی تھی اور جیسا جیسا آپ نے خبر دی تھی ویسا ہی واقع ہوا اور جو واقع نہیں ہوا، اس کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ قیامت سے پہلے تک ضرور واقع ہوگا، اس سے آپ دھوکہ نہ کھائیں۔ اس سلسلہ کی ایک حدیث جس میں آپ ﷺ نے اسلام کے غلبہ اور اس کے دنیا کے تمام گوشوں میں پھیلنے کی خوش خبری دی تھی یہ ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِيَ الأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا﴾ (مسلم) ''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سکیڑ کر جمع کر دیا تو میں نے زمین کے مشرق ومغرب کے حصوں کو دیکھا، اور میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچ جائیگی جہاں تک زمین کو سکیڑ کر مجھے دکھایا گیا تھا''، تو یہ اور اس طرح کے امور اس قبیل سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان امور کی اطلاع دے دی تھی، آپ کا ذاتی علم غیب نہیں تھا۔ درج ذیل آیت کو غور سے پڑھیں: ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلاَ يُظْهِرُ عَلىٰ غَيْبِهِ أَحَداً ، إِلَّا مَنِ ارْتَضىٰ مِنْ رَسُوْلٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَداً، لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوْا رِسَالاَتِ

رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ (الجن: ۲۶ تا ۲۸) ''اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر اپنے رسول میں سے جس کو چن لے، وہ تو رسول کے آگے و پیچھے سے گھات لگائے چلتا ہے تاکہ یہ جان لے کہ رسولوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچادیئے ہیں اور وہ ان کے سارے حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ ہر چیز کو ایک ایک کرکے گن رکھا ہے''۔

معلوم ہوا کہ کائنات اور اس کی تمام چیزوں کی حرکت و گردش کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے جاننے کا دعویٰ حقیقت سے کوسوں دور اور بے بنیاد ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہ قرآن مجید میں ہے اور نہ حدیث پاک میں۔ اور جس چیز کی قرآن وحدیث میں کوئی دلیل موجود نہ ہو وہ بے بنیاد و باطل ہے اور جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ عام بول چال میں جو یہ کہتے ہیں: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ جانتے ہیں'' تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ صحیح اور درست عقیدہ یہی ہے کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ ہاں! بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو یہ منقول ہے کہ وہ: ﴿أَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ﴾ (اللہ اور اس کے رسول

ﷺ بہتر جانتے ہیں) کہا کرتے تھے ، تو آپ کی معلومات کے لئے یہ عرض ہے کہ یہ جملہ نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک میں کہا گیا تھا اور وہ بھی صرف دینی امور کے بارے میں ۔ آپ کی زندگی میں کسی بھی دنیوی امور کے بارے میں کسی ایک صحابی سے مذکورہ جملہ منقول نہیں ، اور آپ کی وفات کے بعد اس جملہ کے استعمال کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا ۔

نجومیوں ، کاہنوں ، جوتشیوں اور چوری کا پتہ بتانے والوں کے پاس جانا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا : ﴿ مَنْ أتىٰ عَرَّافاً أوْ كَاهِناً فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أنْزِلَ علىٰ مُحَمَّدٍ ﷺ ﴾ (صحیح ، حاکم) ’’ جو شخص چوری کا پتہ بتانے والے یا کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کو سچ جانے تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر اترا تھا ‘‘ ۔

بعض ازواج مطہرات سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : ﴿ مَنْ أتىٰ عَرَّافاً فَسَألَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ

أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ (مسلم) ''جو شخص چوری کا پتہ بتانے والے کے پاس جائے اور اس سے گم شدہ چیزوں کے بارے میں دریافت کرے تو اس شخص کی چالیس دن کی صلاۃ (نماز) قبول نہیں ہوگی''۔

واضح ہو کہ مذکورہ دونوں حدیثوں میں ''عراف'' کا لفظ آیا ہے جس کا اطلاق نجومی، کاہن، جوتشی، پانسہ نکالنے والا، فال نکالنے والا اور اسی طرح ان لوگوں پر بھی ہوتا ہے جو ماضی و مستقبل کی باتیں جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

میرے پیارے بھائی! آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ جب کاہن یا گم شدہ چیزوں کا پتہ بتانے والوں کے پاس جانے اور غیب کی باتیں پوچھنے والے کی چالیس دن کی صلاۃ قبول نہیں ہوگی اور جبکہ ان سے غیبی امور کے بارے میں دریافت کرنا اور اسے سچ جاننا کفر ہے، تو خود کاہن یا عراف کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہوگا؟ اس کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ علم غیب کو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی ذات کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور سب سے تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمارے بعض بے خبر مسلمان بھائی غیبی باتوں کے بارے میں اٹکل پچو ہانکنے والوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ ان کی کرامت ہے۔ بحمد اللہ ہم اولیاء کی کرامت کے منکر نہیں ہیں

اور کرامت کو ثابت مانتے ہیں، لیکن یہ کرامت جن لوگوں کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے، وہ نہایت ہی متقی و پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام ونواہی کے پابند بندے ہوتے ہیں، وہ اپنے اور اپنی کرامت کے بارے میں لوگوں کے درمیان ڈھنڈورا نہیں پیٹتے پھرتے، ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (النجم:۳۲) ''تم خود اپنے آپ کو پاک نہ کہو، اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون متقی ہے''۔اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک ومتقی بندے کے ہاتھ سے اس کے دعا کرنے کی وجہ سے، یا اس کے نیک اعمال کے سبب کرامت ظاہر کرتا ہے، اس میں اس ولی ونیک بندے کا نہ کوئی اختیار ہوتا ہے نہ قدرت وکاریگری اور نہ ہی وہ اپنی کرامت کے بارے میں لوگوں کے سامنے ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ اس سے آج کل کے مدعیان ولایت وکرامت کی حقیقت سمجھ سکتے ہیں۔اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ ''جو شخص اپنے لئے علم غیب کا دعویٰ کرے، یا کسی دوسرے کے بارے میں غیب جاننے کا عقیدہ رکھے، یا دوسرے لوگ اس کے پاس غیب کی باتیں معلوم کرنے کے لئے آئے اور ان سے یہ سن کر کہ فلاں شخص غیب جانتا ہے، وہ ان کی باتوں کا اقرار کرلے تو یہ ایسا کفر سمجھا

جائے گا جو اسے دین اسلام سے خارج کردے گا''۔ پھر جو شخص اللہ رب العالمین پر جھوٹ باندھے اور سید المرسلین کی امت پر بہتان لگائے اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

عوام کی ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے نجومیوں، جوتشیوں اور کاہنوں کو بعض چیزوں کے بارے میں سوال کرکے جانچا پرکھا اور تجربہ کیا تو گم شدہ چیزوں اور غیبی امور کے بارے میں ان کی باتیں درست اور صحیح نکلیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں جس چیز کی خبر دی ہے اس سے اوپر نہ ہمیں عقیدہ رکھنا چاہئے اور نہ اپنی طرف سے کچھ کہنا چاہئے۔ اگر علم غیب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی شخصیت کے لائق ہوتا تو سب سے زیادہ اس کے مستحق ہمارے نبی محمد ﷺ ہوتے، لیکن قرآن وحدیث سے وہ سارے دلائل آپ پڑھ آئے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بھی غیب نہیں جانتے تھے۔

علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''البحر الرائق'' میں صاف لکھا ہے کہ: ''اگر کوئی یہ کہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو

گواہ بنا کر نکاح کرتا ہوں، تو اس کا یہ نکاح باطل ہے اور ایسے شخص کو کافر گردانا جائے گا، کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو علم غیب میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا ہے''۔ اور خود نبی کریم ﷺ سے جب کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ﴾ ''کاہن لوگ کچھ بھی نہیں ہیں''، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کاہن لوگ جو بتاتے ہیں وہ سچ ہوتا ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطِفُهَا الْجِنِّيُّ فَيُقَرْقِرُهُ فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجِ فَيَخْلِطُ مَعَهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ﴾ ''جو سچ ہوتا ہے وہ صرف وہی بات ہوتی ہے جو کسی جن نے ملائکہ کی گفتگو سے سن لیا اور اس نے مرغی کے چونچ مارنے کی طرح اپنے کاہن ولی کے کان میں ڈال دیا، اب وہ کاہن اس ایک سچ کے ساتھ سو سے زائد جھوٹ ملا کر بولتا ہے''۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ کاہن اور عراف گم شدہ چیزوں یا مستقبل کی پیشینگوئیوں کے بارے میں جو کچھ بتاتے ہیں وہ یقیناً ان ہی شیطانوں کا پہنچایا ہوا ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ شیطان اپنے انسان ساتھی کی جب ہی مدد کرتا ہے جب وہ اس کا ولی و دوست بن جائے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

کو ٹھنڈے دل سے پڑھئے: ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ، تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيْمٍ﴾ (الشعراء:۲۲۱ تا ۲۲۲) ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، (تو سنو) شیطان ہر گنہگار جھوٹ گھڑنے والے پر اترتے ہیں''۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کاہن کے بارے میں ''افاک اثیم'' مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کاہن لوگ پرلے درجہ کے مکار، جھوٹے اور فریب کار ہوتے ہیں۔ نیز آگے کی اس آیت کو بھی پڑھئے: ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ﴾ (الأنعام:۱۲۱) ''اور شیطان اپنے اولیاء کے پاس باتیں پہنچاتے ہیں''۔

میرے پیارے بھائی! قرآن وحدیث کے دلائل آپ کے سامنے ہیں، کاہنوں کی کوئی ایک اٹکل بات سچ نکلنے سے آپ دھوکہ نہ کھائیں۔ ان کاہنوں، نجومیوں، جوتشیوں اور عرافوں کے پاس نہ خود جائیں، نہ اپنی عورتوں، بچوں اور رشتہ داروں کو بھیجیں، اور نہ ان سے کسی بھی غیبی چیز کے بارے میں دریافت کریں، اگر آپ کو اپنا دین وایمان پیارا ہے۔ کیونکہ یہ راستہ دین سے دور کرنے والا اور ملت محمدیہ سے خارج کرنے والا راستہ ہے۔ اور اللہ نہ کرے اگر آپ کا کوئی سامان چوری یا

گم ہوگیا ہو، یا آپ کا کوئی عزیز کھوگیا ہوتو آپ صبر کریں اور یہ دعا پڑھیں: ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أجِرْنِیْ فِیْ مُصِيْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَيْراً مِنْهَا﴾ ''ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہم اسی کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں، اے اللہ! تو مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور مجھے اس کا بہترین بدل عطا فرما''، تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر آپ اس پر کامل بھروسہ کریں گے تو وہ آپ کو اس کا بہترین بدل عطا فرمائے گا۔ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو غور سے پڑھئے، آپ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أجِرْنِیْ فِیْ مُصِيْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَيْراً مِنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْراً مِنْهَا﴾ (مسلم) ''کسی مسلمان کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اگر وہ حکم الٰہی کی تعمیل میں (إنا للہ وإنا إلیہ راجعون) پڑھ کر یہ دعا کرتا ہے کہ ''اے میرے اللہ! تو مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور مجھے اس کا بہترین بدل عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدل عطا فرما دیتا ہے''۔

میرے عزیز بھائی! آپ کو یہ بتا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ مشرکین عرب مصیبت وتکلیف کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے

تھے اور صرف اسی سے دعا مانگتے تھے، البتہ خوشی کے موقع پر اپنے باطل معبودوں کو اللہ کے ساتھ شریک کر لیتے تھے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَإِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (العنکبوت: ٦٥) ’’جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تھے (اور کشتی بھنور میں پھنس جاتی تھی) تو صرف اللہ کو اس کی طرف تمام تر توجہ کے ساتھ پکارتے تھے‘‘۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے بہت سارے مسلمان بھائی مصیبت وتکلیف کے وقت اپنے رب کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور کاہنوں، نجومیوں، جوتشیوں اور گم شدہ چیزوں کا پتہ بتانے والوں کی پناہ لیتے ہیں اور ان کی چوکھٹ پر اپنا دین وایمان کی نیلامی کرآتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں کو ہدایت دے اور ان کو صحیح دین اسلام کی شاہراہ پر لے آئے، اور وہی ہدایت دینے والا ہے، آمین۔

غیر اللہ سے دعا وفریاد کرنا

اللہ تعالیٰ خالق، رازق، سمیع وبصیر (سننے ودیکھنے والا) ہے اور صرف اسی کی ذات ایسی ہے کہ دنیا کے سارے انسانوں کی باتیں سن سکتی ہے، خواہ وہ کسی بھی زبان میں پکارے اور جب اور جس وقت پکارے۔ ارشاد الٰہی

ہے:﴿ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأخْفىٰ﴾ (طہ:٧) ''اللہ تعالیٰ راز اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے:﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ، إنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ (غافر:٦٠) ''تمہارے رب نے کہا:''تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار سنونگا۔ جو لوگ مجھ کو پکارنے سے تکبر کرے، عنقریب وہ ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوگا''۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ﴾ (صحیح، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ''دعا عین عبادت ہے''۔ نیز نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:﴿ إذَا سَألْتَ فَاسْألِ اللّٰهَ وَإذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أنَّ الأمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلىٰ أنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ﴾ (صحیح، ترمذی واحمد) ''اے عبداللہ! جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو، اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ یاد رکھو کہ اگر دنیا کے سارے انسان اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ تم کو کسی معاملہ میں نقصان پہنچائیں تو نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے''۔

مذکورہ آیت وحدیث پاک سے ثابت ہوا کہ ''دعا وفریاد'' عبادت

ہے اور کوئی بھی عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے کرنا جائز نہیں۔ اس لئے جب آدمی دعا کرے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرے، اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دعا کے لئے پکارے۔

میرے پیارے بھائی! آپ پر فرض ہے آپ صرف اللہ تعالیٰ کے آگے اپنا سر جھکائیں، اسی کے سامنے گڑگڑائیں، اسی کا خوف کریں اور اسی سے ہر چیز طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمَعاً﴾ (الأعراف:٥٦) ''اللہ کو پکارو، اس سے خوف کھا کر اور اس کی رحمت کی امید لیکر''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَإِيَّايَ فَارْهَبُوْنَ﴾ (النحل:٥١) ''وہی ایک معبود ہے، اس لئے صرف میرا خوف کرو''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَوْفُوْا بِعَهْدِيْ أُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُوْنَ﴾ (البقرة:٤٠) ''تم میرا عہد و پیمان پورا کرو، میں تمہارے عہد و پیمان کو پورا کرونگا، اور صرف مجھ ہی سے خوف کھاؤ''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ (النحل:٥٠) ''مومن اپنے رب سے خوف کھاتے ہیں جو ان کے اوپر ہے''۔ نیز ارشاد ہے: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ

الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَطَمَعاً﴾ (السجدة:١٦) ’’ان کے پہلو ان کی خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو عذاب کا خوف کھاکر اور رحمت کی امید لیکر پکارتے ہیں‘‘۔ نیز ارشاد ہے:﴿إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَرَهَباً وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ﴾ (الأنبياء:٩٠) ’’مومن لوگ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں، اور ہمیں گناہوں کے خوف اور رحمت کی رغبت کے ساتھ پکارتے ہیں اور وہ ہمارے آگے جھکنے والے ہیں‘‘۔

میرے پیارے مسلمان بھائی! یہ ہے مومن کی شان کہ وہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اس کی ذات سے انتہائی محبت کرتے ہیں، اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں، اس کی رحمت کے طلبگار رہتے ہیں اور اس کی مغفرت کی امید رکھتے ہیں۔ مذکورہ آیات کریمہ اور احادیث پاک سے آپ بخوبی جان سکتے ہیں کہ:

’’جو شخص غیر اللہ سے دعا وفریاد کرے، مثلاً کسی فرشتہ سے، یا کسی نبی سے، یا کسی ولی سے، یا کسی جن سے، یا کسی بھی زندہ یا مردہ انسان سے، تو وہ شخص شرک اکبر میں مبتلا ہے‘‘۔ اور اگر غیر اللہ سے ’’دعا وفریاد‘‘ میں شرک ثابت نہ ہو، تو پھر روئے زمین میں کہیں بھی شرک کا وجود نہیں

ہے۔ارشادربانی ہے:﴿ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ، إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ (فاطر:۱۳تا۱۴) ''غیر اللہ میں سے تم جنہیں پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر لگی جھلی کے بھی مالک نہیں ہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار کو نہیں سن سکتے، بالفرض اگر سن لیں تو تمہاری پکار کو قبول نہیں کر سکتے، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور تمہیں باخبر جیسا خبردار کرنے والا کوئی نہیں''۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی تھی جس کا ذکر قرآن میں ہے:﴿ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ﴾ (القصص:۱۵) ''تو اس آدمی نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی جوان کے فریق سے تھا، اس آدمی کے خلاف جوان کے دشمن کے فریق سے تھا''۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آدمی نے ایک زندہ شخص یعنی موسیٰ علیہ السلام سے عام عادت وطریقہ کے مطابق امور حسیہ میں سے اسباب ظاہری کی فریاد طلب کی تھی اور یہ فریاد اس قسم کی تھی جیسے دشمن کو پکڑنے کے لئے اپنی جماعت کو پکارنا، یا

آگ بجھانے کے لئے لوگوں کو پکارنا، یا کسی سے یہ کہنا کہ فلاں چیز اٹھا دے وغیرہ۔ اس طرح کی فریاد و پکار کو کوئی بھی شرک نہیں کہہ سکتا، لیکن معنوی امور میں غیبی طور پر، یا غیر محسوس طریقہ پر کسی زندہ یا مردہ شخص کو پکارنا مثلاً ''روزی طلب کرنا، بیماری سے شفا طلب کرنا، یہ طلب کرنا کہ میری غربت وافلاس کو دور کردے، یا میری فلاں مصیبت وتکلیف سے مجھے نجات دیدے'' وغیرہ تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھلا شرک ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَداً﴾ (الجن:۱۸) ''اور مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، اس لئے اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو''۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ (الأنعام:۱۷) ''اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی مصیبت پہنچادے تو اسے اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں''۔ نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيْبُ لَهُ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ (الأحقاف:۵) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے شخص کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار نہیں سن سکتا''۔ نیز ارشاد ہے: ﴿أَمْ مَنْ يُجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ

الأَرْضَ، أَ إِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ، قَلِيْلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (النمل:٦٢) ''کون ہے جو پریشان حال کی فریاد سنتا ہے جب اسے پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں خلافت عطا کرتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود ہے؟ تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو''۔

جب نبی کریم ﷺ پر آیت: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الأَقْرَبِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۱۴) ''آپ اپنے قرابت داروں کو ڈرائیے''، نازل ہوئی تو آپ نے اپنے خاندان والوں کو بلا کر فرمایا: ''اے قریش کے لوگو! تم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو، میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتا، اے عبدالمطلب کے خاندان والو! میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ سے تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتا، اے صفیہ بنت عبدالمطلب! میں اللہ سے تمہاری کچھ بھی مدد نہیں کرسکتا، اور: ﴿يَا فَاطِمَةَ بْنَتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! سَلِيْنِيْ بِمَا شِئْتِ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً﴾ (مسلم) ''اے فاطمہ میری بیٹی! تم مجھ سے جو چاہو مانگ لو، لیکن میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری بھی کچھ مدد نہیں کرسکتا''۔

عوام کی ایک غلط فہمی اور اس کا جواب

آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ: ''جب ہم کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ہماری دستگیری کیجئے، یا ہماری فریاد سنئے، یا ہمارے مریض کو شفا عطا کیجئے، یا ہم پر بارش اتاریئے، اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ اے بابا! یا اے خواجہ! یا اے پیران پیر! ہماری فلاں مصیبت دور کیجئے''، تو اس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ چونکہ ہمارے ایمان کمزور ہیں اور ہمارے گناہ بہت زیادہ ہیں، اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور اولیاء ہی ہو سکتے ہیں۔ اور اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی انسان کسی حاکم یا بادشاہ سے کوئی کام کرانا چاہے تو وہ اس آدمی کا واسطہ پکڑتا ہے جو بادشاہ کے نزدیک محترم ومعزز ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح ہم لوگ انبیاء واولیاء کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔

میرے پیارے بھائی! اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ہمارے لئے وہی وسیلہ پکڑنا جائز ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جائز قرار دیا ہے اور جس کی ہمیں اجازت دی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (الشوریٰ:۲۱)

''کیا ان کے ایسے شریک بھی ہیں جو ان کے لئے ایسا دین بنایا ہے جس کی

اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی ہے‘‘۔

اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ کسی کو پکارنے یا کسی سے فریاد کرنے کی بالکل اجازت نہیں دی ہے، اس نے تو قرآن مجید میں اس کے برخلاف یہ صراحت کردی ہے کہ: ’’غیراللہ کو پکارنا اوراس سے فریاد کرنا رب العالمین کے ساتھ کھلا شرک وکفر ہے‘‘۔ کفار قریش نے اپنے معبودان باطلہ کا وسیلہ پکڑا تھا اور یہ سمجھ کر ان کو پکارنا شروع کیا تھا کہ یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سخت نکیر فرمائی، ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ، قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِيْ السَّمٰوَاتِ وَلَا فِيْ الْأَرْضِ، سُبْحَانَهُ وَتَعَالىٰ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (یونس:۱۸) ’’یہ لوگ اللہ کو چھوڑکر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جوانہیں نہ نقصان پہنچاسکتی ہیں نہ نفع، اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، اے نبی! آپ کہہ دیجئے: ’’کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کوایسی چیز کی خبر دے رہے ہو جو وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں، وہ پاک وبلند ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں‘‘۔

نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿ألاَ لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ، وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ أوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إلاَّ لِيُقَرِّبُوْنَا إلىٰ اللّٰهِ زُلْفىٰ﴾ (الزمر:٣) ''اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے، اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اولیاء بنایا، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس غرض سے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَقَالُوْا لاَ تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلاَ تَذَرُنَّ وَداً وَلاَ سُوَاعاً وَلاَ يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْراً﴾ (نوح:٢٣) ''کافروں نے کہا: ''تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (ود)، (سواع)، (یغوث)، (یعوق) اور (نسر) کو چھوڑنا''۔

حبرِ امت ورئیس المفسرین عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''**ود، سواع، یغوث، یعوق** اور **نسر** نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک اور صالح لوگوں کے نام ہیں، جب یہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کے بعد کے لوگوں کو بہکا کر ان کی یاد میں ان کے بیٹھنے کی جگہوں میں ان کی شکل کا بت رکھوایا اور ان بتوں کا نام ان صالحین کے ناموں پر رکھوایا، اس وقت تو ان کی عبادت نہیں ہوئی، مگر جب وہ لوگ گزر گئے اور حقیقت پر پردہ پڑ گیا تو ان بتوں کی عبادت ہونے لگی''۔ (بخاری)۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیوی نے ملک حبشہ کے ایک کلیسا کا ذکر کیا جس کا نام ''ماریہ'' تھا۔ آپ کی بیویوں میں ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما ملک حبشہ کی ہجرت کر چکی تھیں، دونوں نے اس کلیسا کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ''یہ سننا تھا کہ نقاہت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: ﴿أوْلـئِكَ إذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلىٰ قَبْرِهِ مَسْجِداً ثُمَّ صَوَّرُوْا تِلْكَ الصُّوَرَ، أوْلـئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (بخاری ومسلم) ''ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا تھا تو وہ لوگ ان کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور پھر ان کی تصویریں اس کے دیواروں پر نقش کر دیتے تھے، یہ قیامت کے دن سب سے بدترین لوگ ہونگے''۔

میرے پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق اور سیدھے راستہ کی ہدایت دے، مذکورہ آیات کریمہ اور احادیث پاک سے یہ واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت کے مشرکین کا کفر کیا تھا اور ان کی بے جان دلیل کیا تھی؟ کیا عین وہی دلیل نہیں ہے جو آج ہمارے بعض بے خبر مسلمان بھائی دے رہے ہیں؟ اور کیا وہی استدلال نہیں ہے جو ہمارے آج کے

مسلمان بھائی استدلال کرتے ہیں؟۔

میرے پیارے بھائی! ایک بات اور ذہن میں رکھیں کہ زمانہ جاہلیت کے مشرکین اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان رکھتے تھے اور یہ ایمان بھی رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق، مدبر، محیی وممیت ہے یعنی اللہ ہی پیدا کرنے والا، روزی دینے والا، کائنات کو چلانے والا، زندہ کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔ارشادربانی ہے:﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (لقمان:۲۱) ''اگر آپ ان کافروں سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کوکس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے''۔ اس اقرار کے باوجود جب عبادت کی بعض قسم (دعا وفریاد اور قربانی) انہوں نے غیر اللہ کے لئے کرنا شروع کیا تو انہیں کافر گردانا گیا۔ ہاں! انسان کا خطا کار ہونا اور اس میں گناہ ومعاصی کا پایا جانا جس کی وجہ سے وہ انبیاء واولیاء کا وسیلہ پکڑتے ہیں تاکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں،تو کیا یہ جاہلیت کے مشرکین کے طریقہ ودعویٰ سے کچھ بھی مختلف ہے؟ جبکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ

فَيَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ (مسلم) ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم لوگ گناہ نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائیگا اور تمہاری جگہ ایسی قوم کو لائے گا جو گناہ کریگی اور پھر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے گی تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا''۔

میرے عزیز بھائی! آپ یہ بات ذہن نشیں کرلیں کہ مخلوق کا درجہ خواہ کتنا ہی اونچا ہو اور خواہ وہ مقرب فرشتہ یا برگزیدہ نبی ورسول یا محبوب ولی ہی کیوں نہ ہو، آپ کے لئے بالکل جائز نہیں کہ آپ اسے اللہ تعالیٰ پر قیاس کریں اور اس کو اللہ کے برابر درجہ دیں، کیونکہ مخلوق بہرحال مخلوق ہی ہوتی ہے خالق نہیں ہوجاتی، اور خالق خالق ہی ہوتا ہے۔اور مخلوق ہر وقت اور ہر جگہ خالق کا محتاج ہوتی ہے۔صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی بے نیاز ذات ہے جو کسی واسطہ کا محتاج نہیں، ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقاً مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ شَيْئاً وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ، فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الأَمْثَالَ، إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل:۷۳تا۷۴) ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لئے آسمانوں اور زمین میں کچھ بھی روزی کے مالک نہیں اور نہ ہی رزق دے سکتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے

غلط مثالیں نہ بیان کرو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے‘‘۔ ہاں! غیر اللہ کو پکارنے اور اس سے فریاد کرنے کا نام بدل کر’’وسیلہ‘‘ جیسا سنہرا و پیارا نام دے دینے سے وہ جائز نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ غلط و باطل وسیلہ ہے جو مشرکینِ عرب کی دلیل سے ذرہ برابر بھی مختلف نہیں۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس پہنچنے کا وسیلہ طلب کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (المائدہ: ۳۵) ’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے پاس پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کے راستہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ‘‘۔ نیز ارشادِ الٰہی ہے: ﴿أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهُ، إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْراً﴾ (الإسراء: ۵۷) ’’جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہوجائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں، آپ کے رب کے عذاب سے تو ڈرنا ہی چاہئے‘‘۔

مذکورہ دونوں آیتوں پر غور کریں اور پورے قرآن میں صرف یہی دو آیتیں ہیں جن میں ''وسیلہ'' کا ذکر آیا ہے، کیا ان میں غیر اللہ سے دعا وفریاد اور استغاثہ کے جواز کی دلیل موجود ہے؟ کیا ان سے غیر اللہ سے دعا وفریاد کی دلیل دینا قرآن مجید کی تحریف نہیں ہے؟ ان آیتوں میں تو جس وسیلہ کے ڈھونڈنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اس کا تقرب تلاش کرنا ہے جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے، اور اس میں کسی مفسر، محدث، فقیہ، امام اور اہلِ علم کا اختلاف نہیں۔

میرے پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے بھی راہ حق کی ہدایت دے، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح وسیلہ جس پر قرآن مجید اور صحیح احادیث پاک دلالت کرتے ہیں اور جس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں وہ تین قسموں میں منحصر ہے:

۱- **پہلی قسم**: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا وسیلہ: ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الأَسْمَاءُ الْحُسْنىٰ فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الأعراف:۸۰)

''اللہ تعالیٰ کے بہت سارے اچھے نام ہیں، تم اسے انہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں،

عنقریب انہیں ان کے عملوں کا بدلہ دیا جائے گا''۔اور نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک آدمی کوتشہد میں یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ يَا اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (صحیح ،ابوداوٗدونسائی) ''اے اللہ! تو (واحد،احد،صمد) ایک ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے،تو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ تجھ سے کوئی پیدا ہوا، تیرے ہمسر کوئی بھی نہیں،تو میرے گناہوں کو بخش دے،تو ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''اس کے گناہ بخش دیئے گئے،اس کے گناہ بخش دیئے گئے''۔

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ اپنے رب سے اس کے عالم الغیب ہونے،مخلوق پر اس کے قادر ہونے ، مُردوں کے زندہ کرنے ، اس کے رازق،سمیع وبصیر،عظمت وجلال والا ہونے، اس کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کرنے ، نیز اس کے عزت واکرام والا ہونے وغیرہ اسماء وصفات کے وسیلہ سے دعا مانگیں،انشاءاللہ آپ کی دعا قبول ہوگی۔

۲- **دوسری قسم:** آدمی کا اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پکڑنا جن میں ریاونمود کی آمیزش نہ ہو۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو''حدیث غار''

کے نام سے مشہور ہے اور جس میں ہے کہ تین آدمی ایک غار میں داخل ہوئے اور غار کا منہ ایک بھاری چٹان سے بند ہوگیا۔ان تینوں نے اپنے اپنے عملِ صالح کو یاد کیا جو اس نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا تھا اور اس عمل کے واسطہ ووسیلہ سے ہر ایک نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ اس چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دے، اس نیک عمل کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دعا سنی اور اس چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دیا اور وہ تینوں غار سے نکل آئے۔ (بخاری ومسلم)

میرے پیارے بھائی! آپ کے لئے بہتر اور افضل یہ ہے کہ آپ اپنے رب کریم سے اپنے اس عملِ صالح کے وسیلہ سے دعا کریں جو آپ نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہے، اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ اس طرح دعا کریں: ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے رسول سے میری محبت، تیرے رسول پر میرے صلاۃ وسلام پڑھنے، نیز تیرے رسول کی سنت پر میرے اتباع کرنے کے واسطہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میری مصیبت اور تکلیف کو دور کردے''۔ یا اسی طرح کے دوسرے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کریں، انشاء اللہ آپ کی دعا قبول ہوگی اور آپ شرک جیسے سنگین گناہ سے محفوظ رہیں گے۔

۳- تیسری قسم: کسی زندہ نیک ومتقی اور پرہیزگار آدمی سے جو آپ کی نگاہ میں نیک ہو، دعا کی درخواست کرنا: ارشاد ربانی ہے: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالإِيْمَانِ ﴾ (الحشر: ۱۰)
"اے ہمارے رب! تو ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے"۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿ دَعْوَةُ الْمُسْلِمِ لِأَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ وَلَهُ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيْهِ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ آمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ ﴾ "اپنے مسلمان بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں مومن مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے اور اس کے لئے ایک فرشتہ متعین ہوتا ہے، جتنی بار وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے وہ فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی اسی جیسا ہے"۔

میرے پیارے بھائی! یہ ہیں وسیلہ کی جائز قسمیں؛ جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے لئے جائز کیا ہے اور جسے اپنا کر آدمی دونوں جہاں میں سرخرو ہوتا ہے۔ مذکورہ تینوں قسموں کے علاوہ وسیلہ کی کوئی بھی چوتھی قسم بدعت وضلالت ہے، کیونکہ وسیلہ کی خود ساختہ قسم نہ

کتاب وسنت میں ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں تھی، جبکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ﴾ (بخاری ومسلم) ''جو شخص ہمارے اس دین میں ایسی بات ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔ اس لئے ہر مسلمان کو انبیاء کرام یا اولیاء عظام کی ذات کا وسیلہ، یا ان کی جاہ ومرتبہ کا وسیلہ، یا ان کی کرامت کا وسیلہ پکڑنے سے اجتناب کرنا چاہئے، مثلاً اس طرح کہنا کہ: ''اے اللہ! تیرے نبی ﷺ کی جاہ ومرتبہ کے وسیلہ سے ہم پر رحم فرما''، یا ''تیرے فلاں ولی کی جاہ کے وسیلہ سے ہماری مغفرت فرما''، کیونکہ اس قسم کے وسیلہ کے جواز اور بدعت ہونے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ البتہ کسی مخلوق یا اس کی جاہ کا اس عقیدہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا (خواہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کتنا ہی اونچا مقام ومرتبہ کیوں نہ ہو) کہ اسے نفع پہنچانے، یا مصیبت دور کرنے پر قدرت حاصل ہے تو یہ شرک اکبر ہے جس سے آدمی دین سے خارج ہو جاتا ہے اور کمال تو یہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

مثلاً اس طرح کہنا کہ: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں تیری ذات کے وسیلہ سے تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میری مصیبت کو دور

کردے''، یا''یا خواجہ! میں تیری جاہ کے وسیلہ سے تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے اولاد دیدے''وغیرہ۔

میرے پیارے بھائی! اگر آپ کو اپنا ایمان پیارا ہے اور اگر آپ شرک سے بچنا پسند کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بخشش نہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (النساء:۴۸) ''اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو کبھی نہیں بخشتا اور اس سے چھوٹے گناہ جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے'' تو آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی دعاؤں میں وہی وسیلہ پکڑیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جس پر تمام امت نے اتفاق کیا ہے اور جس کی تفصیل ہم بیان کر آئے ہیں، آپ انہی تین قسموں کے وسیلہ پر انحصار کریں اور اس سے تجاوز نہ کریں تاکہ آپ کا دین وایمان محفوظ رہے۔ آپ اس بات کو اس مثال سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار یہ جان لے کہ فلاں دوا میں تمام ڈاکٹر وحکیم کا اتفاق ہے اور فلاں دوا میں ڈاکٹروں اور حکیموں کا اختلاف ہے تو بلاشک عقلمند مریض اپنی جان بچانے کی خاطر وہی دوا استعمال کریگا جس پر تمام ڈاکٹر وحکیم کا اتفاق ہے اور اس دوا کو ہرگز استعمال نہیں کریگا جس میں ڈاکٹروں اور حکیموں کا اختلاف ہے۔

اس لئے میرے مسلمان بھائی! آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کا دین وایمان آپ کی جان اور دنیا کی تمام قیمتی چیزوں سے زیادہ قیمتی ہے، اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ اسی طریقہ پر عمل کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جس کی رسول کریم ﷺ نے ترغیب دی ہے، تو آپ کامیاب وکامراں رہیں گے۔ اور آپ کو یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صحیح دلائل ہیں جن سے انبیاء کرام اور ان کی جاہ کا وسیلہ پکڑنے والے استدلال کرتے ہیں، لیکن وہ اپنی دلالت میں صریح نہیں ہیں اور بعض دوسرے دلائل ہیں جو اپنی دلالت میں صریح ہیں، لیکن وہ صحیح نہیں ہیں، یا تو وہ ضعیف ہیں یا موضوع (اپنی طرف سے گھڑی ہوئی) ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو راہِ حق کی ہدایت دے اور صحیح بات پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے، آمین۔

ایک بہتان اور اس کا جواب

جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے، شرک چھوڑنے اور غیر اللہ (جن میں انبیاء وصالحین بھی داخل ہیں) سے فریاد واستغاثہ ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں، ہمارے بعض مسلمان بھائی ان پر یہ

الزام لگاتے ہیں کہ یہ لوگ انبیاء کرام ﴿عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ﴾ سے محبت نہیں رکھتے اور اولیاء وصالحین سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں۔

یہ ان پر سراسر افتراء و بہتان ہے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس آدمی کا ایمان ہی نہیں جو اپنے نفس و جان، اہل و عیال، مال و دولت اور دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہ رکھے۔ لیکن یہاں محبت کی حقیقت جان لینا نہایت ضروری ہے تاکہ آپ دھوکہ نہ کھائیں۔ محبت کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس آدمی کی اطاعت کریں جس سے آپ کو محبت ہے۔ یہ محبت نہیں کہ صرف محبت رکھنے کا ڈھنڈورا پیٹیں اور اس کا اتباع نہ کریں اور نہ اس کی باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: ۳۱) ''اے نبی! آپ کہہ دیں: اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا''۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید　　　که ہرگز بمنزل نخواہد رسید

نیز اولیاء کرام وصالحین سے محبت کرنا واجب وضروری ہے اور جو ان سے محبت نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔ لیکن محبت کا یہ مطلب ہرگز

نہیں کہ ان کو ان کے مقام و مرتبہ سے اوپر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے درجہ پر پہنچا دیا جائے ، ان سے بھی وہی سوال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے، ان کو کائنات میں تصرف کا وہی حق دیا جائے جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، نتیجتاً ان سے وہی فریاد کی جائے جو اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے۔ بلکہ محبت کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کا جائز مقام و مرتبہ دیا جائے ، مثلاً باپ کو باپ ہی کے درجہ میں رکھا جائے ، اسے اولیاء کا درجہ نہ دیا جائے ، اور اولیاء کو اولیاء ہی کے درجہ میں رکھا جائے ان کو انبیاء کا درجہ نہ دیا جائے ، اور انبیاء کو انبیاء ہی کے درجہ میں رکھا جائے ان کو اللہ تعالیٰ کے درجہ میں نہ پہنچا دیا جائے ۔ یہ ہے ان سے اصل محبت ۔ جس طرح اولیاء کو ان کا جائز مقام نہ دینا ان سے محبت نہیں ، اسی طرح ان کو ان کے مقام و مرتبہ سے اوپر اٹھانا ان سے محبت نہیں ، نیز جس طرح رسول اللہ ﷺ کو ان کا حقیقی مقام و مرتبہ نہ دینا ان سے محبت نہیں ہے ، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو ان کے مقام و مرتبہ سے اوپر اٹھانا ان سے محبت نہیں کہا جا سکتا ۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے درجہ سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا، تو کیا عیسائیوں نے ان سے محبت کی ؟ جبکہ ہمارے نبی ﷺ نے اپنی امت کو واضح الفاظ

میں منع کر دیا تھا:﴿ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُہُ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہُ﴾ (بخاری: ۳۴۴۵)
''مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بڑھا دیا تھا، کیونکہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس لئے تم مجھے صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو''۔

میرے پیارے مسلمان بھائی! آپ یہ بات ذہن نشیں کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے جو تنہا دعا وفریاد اور استغاثہ کے لائق ہے اور اسی کی ذات پوری کائنات میں تصرف کرتی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی مخلوق خواہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کتنا ہی اونچا مقام کیوں نہ ہو کائنات میں کسی قسم کے تصرف کی قدرت نہیں رکھتی۔

اس لئے جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بعض انبیاء یا اولیاء اپنی زندگی میں کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں، یا موت کے بعد کسی کو کسی بھی قسم کا نفع پہنچانے یا مصیبت دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، یا اس کی قبر کی زیارت کرنے والے پر یا اس پر سلام پڑھنے والے پر کسی بھی قسم کا مادی فائدہ پہنچانے پر قدرت رکھتے ہیں، یا روحانی فیض پہنچانے پر قدرت رکھتے ہیں، جیسا کہ ہمارے بعض مسلمان بھائی کا عقیدہ ہے، تو یہ سب

باتیں ان امور میں سے ہیں جن میں شیطان ملعون نے ان کو بہکا دیا ہے اوران باتوں کوان کے سامنے خوشنما کر کے پیش کیا ہے جس سے ان کے سامنے حق و باطل مشتبہ ہوکر رہ گیا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد ﷺ سے اس وقت فرمایا جب آپ باحیات تھے: ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعاً وَلَا ضَراً إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (الأعراف:۱۸۸) ’’اے نبی! آپ کہدیں: میں اپنے نفس کے لئے نہ نفع کا مالک ہوں اور نہ نقصان کا، مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے، اوراگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی‘‘۔

میرے پیارے بھائی! اگر آپ شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں تو آپ کو اس بارے میں اچھی طرح غور کر لینا چاہئے اور دوبارہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کر لینا چاہئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اور آپ کو اس قسم کے غلط عقیدہ سے محفوظ رکھے، آمین۔ اور اگر آپ واقعی اس بات کے خواہش مند ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے سفارشی بنیں، تو آپ اپنی زندگی کے سارے معاملات میں نبی کریم ﷺ کی پیروی کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہیں کہ

وہ نبی ﷺ کو آپ کا سفارشی بنا دے، ایسی صورت میں آپ رب العالمین کی رحمت کے بھی حقدار ہونگے اور سید المرسلین ﷺ کی شفاعت سے بھی سرخرو ہونگے اور دونوں جہاں میں کامیاب وکامراں ہونگے۔

غیر اللہ کے لئے نذر ماننا اور جانور ذبح کرنا

میرے پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ''نذر ماننا'' دوسری عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے اور ان امور میں سے ایک ہے جن سے انسان اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الأنعام: ۱۶۲تا۱۶۳) ''اے نبی! آپ کہہ دیجئے: ''میری صلاۃ، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اسے تسلیم کرنے والوں میں سب سے اول ہوں''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکین کو بتا دیں جو غیر اللہ

کی عبادت کرتے ہیں اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں کہ آپ اس معاملہ میں ان کے مخالف ہیں، کیونکہ آپ کی صلاۃ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اور آپ کی قربانی صرف اللہ وحدہ شریک لہٗ کے نام پر ہوتی ہے، جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ''آپ اپنی صلاۃ اور قربانی کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کردیں''۔ چونکہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور بتوں کے لئے ذبح وقربانی کرتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی مخالفت کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ آپ ان کے اس عمل سے کنارہ کش رہیں اور پوری توجہ، عزم، نیت اور ارادہ کے ساتھ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کے لئے صلاۃ وقربانی کو خاص کریں''۔

نبی کریم ﷺ سے صحیح سند سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، وَلَعَنَ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوىٰ مُحْدِثاً وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الأَرْضِ﴾ (مسلم، احمد) ''اس شخص پر اللہ کی لعنت جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے والدین پر لعنت بھیجے، اس پر اللہ کی لعنت جو کسی بدعتی کو پناہ دے اور اس پر بھی اللہ کی لعنت جو زمین کے نشانات کو مٹادے''۔

ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اس بات کی نذر مانی کہ ''بوانہ'' نامی جگہ میں جا کر اونٹ کی قربانی کریگا، اس کے بارے میں اس نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ ''کیا وہاں زمانہ جاہلیت میں کوئی استھان تھا جس کی لوگ عبادت کرتے تھے؟'' ۔صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:﴿أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ﴾ (صحیح،ابوداؤد) ''اپنی نذر پوری کرو، اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر پوری کرنا اور آدمی جس چیز پر قادر نہ ہو اس نذر کو پوری کرنا جائز نہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُ﴾ (البقرة:۲۷۰) ''تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا نذر مانو، اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے''۔ نیز ارشاد الٰہی ہے:﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْراً﴾ (الدہر:۷) ''مومن لوگ اپنی نذروں کو پوری کرتے ہیں اور اس دن سے خوف کھاتے رہتے ہیں جس کی برائی پھیلنے والی ہے''۔ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾ (الحج:۲۹) ''وہ اپنی نذریں پوری کریں''۔

میرے پیارے مسلمان بھائی! آپ مذکورہ آیات کریمہ اور احادیث نبویہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں، آپ پر یہ بات واضح ہوجائیگی کہ قربانی کرنا، نذریں ماننا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا یا نذریں ماننا اپنے رب وخالق کی عبادت میں شرک اور دخل اندازی کرنا ہے۔

اس لئے کسی جن، یا رسول، یا نبی، یا ولی، یا قبر ومزار، یا درخت کے لئے نذر ماننا، یا جانور ذبح کرنا اور اس عمل سے غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا نیز قبروں پر اگربتی، موم بتی، یا چراغ جلانا باطل اور ناجائز کام ہیں، بلکہ ایسا فاسد اور غلط عقیدہ ہے جو ایک مسلمان کے عقیدہ توحید کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔

میرے مسلمان بھائی! اس لئے آپ پر ضروری ہے کہ آپ اپنے رب کے لئے خالص اور بے آمیز عبادت کریں اور صرف اسی کے لئے اپنے جانوروں کو ذبح کریں۔ علامہ قاسم حنفی ''شرح درر البحار'' میں رقمطراز ہیں: ''آج کل اکثر عوام جو نذر مانتے ہیں اور جو عام طور پر دیکھا جاتا ہے، مثلاً کسی کا کوئی رشتہ دار غائب ہوگیا، یا بیمار ہوگیا، یا اور کوئی دوسری حاجت وضرورت پڑگئی تو وہ اپنی حاجت لیکر بعض بزرگوں

کے مزار پر آتا ہے اور اپنے سر کو بطور ادب کپڑے سے ڈھانک لیتا ہے اور کہتا ہے: ''اے بابا! اگر میرا گم شدہ بچہ اللہ واپس کر دے، یا میرا بچہ بیماری سے اچھا ہو جائے، یا میری فلاں حاجت پوری ہو جائے تو تیرے دربار کو میں اتنا سونا، یا چاندی، یا اتنا کھانا، یا اتنا تیل، یا اتنا موم بتی دونگا'' تو اس قسم کی نذر ماننا بالاجماع باطل ہے، کیونکہ:

۱۔ اس نے مخلوق کے لئے نذر مانی ہے اور مخلوق کے لئے نذر ماننا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نذر عبادت ہے اور کوئی بھی عبادت کسی بھی مخلوق کے لئے کسی بھی قیمت پر درست نہیں ہو سکتی۔

۲۔ جس بابا کے لئے نذر مانی گئی ہے وہ مُردہ ہے اور مُردہ کسی بھی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

۳۔ نذر ماننے والے کا یہ عقیدہ ہے کہ مُردہ امور کائنات میں اللہ کے علاوہ تصرف کرتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا شرک و کفر ہے۔

علامہ موصوف آگے لکھتے ہیں: ''جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس قسم کی نذر ماننا درست نہیں ہے تو یہ بھی ذہن نشیں کر لیں کہ نذرانہ میں جو روپیہ، یا موم بتی، یا تیل وغیرہ دیئے جاتے ہیں اور بزرگوں کے مزار میں ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں، اسے قبول کرنا، یا

اسے استعمال کرنا، یا اس کی قیمت کھانا سب حرام ہے اور اِس پر تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے۔

میرے پیارے بھائی! اس لئے اگر آپ نے انجانے میں، یا دھوکہ میں پڑ کر، یا شیطانی چکر میں پھنس کر، یا کسی کے بہکاوے میں آ کر غیر اللہ کے لئے کسی بھی قسم کی نذر مان لی ہے، تو آپ کے لئے اس نذر کو پوری کرنا جائز نہیں ہے۔ آپ اس نذر کو توڑ دیں اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر عمل کریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ﴾ (بخاری:۶۶۹۶) ''جو آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نذر مانے تو وہ اپنی نذر پوری کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر مانے وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے''۔

میرے مسلمان بھائی! اس ضمن میں وہ تمام چڑھاوے داخل ہیں جو غیر اللہ کے لئے چڑھائے جاتے ہیں، مثلاً درختوں اور قبروں پر حلوہ مانڈہ اور کھانے پینے کی چیز چڑھانا، یا جنوں کے لئے گوشت چڑھانا، یا غیر اللہ کے لئے جانوروں یا انسان کے بچہ کی بلی (قربانی) چڑھانا، یا گھر کے جنوں سے بچاؤ کے لئے یا بلا وآفت ٹالنے کے لئے جانوروں کی

قربانی پیش کرنا، یا نئی گاڑی خرید کر اس کی حادثات سے حفاظت کے لئے جانور ذبح کرنا اور اس کا خون گاڑی پر پوتنا، یا نئے گھر کی چھت یا دروازہ کی چوکھٹ پر جانور ذبح کرنا تاکہ جنوں سے حفاظت ہو اور بلا و آفت نہ آئے، یا بچوں کے دودھ دانت کو سورج کی طرف پھینکنا تاکہ اس کا نیا دانت ہرنوں جیسا نکلے، یا دانت کو چوہوں کی بلوں میں ڈالنا تاکہ نیا دانت چوہوں جیسا مضبوط نکلے، یا شادی کے دن دلہن سے دروازہ پر آٹا گوندھوانا تاکہ دلہن کو جن نہ ستائے، وغیرہ وغیرہ، یہ سارے اعمال جاہلیت کے اعمال ہیں اور ان چڑھاؤں سے ان کا مقصد جنوں کے لئے ذبح کرنا اور ان کو خوش کرنا ہے تاکہ جن ان کو نہ ستائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سارے چڑھاوے غیر اللہ کے نام پر چڑھائے گئے ہیں جو شرک ہیں اور ان کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالأنْعَامِ نَصِيْباً فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا، فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلىٰ اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلىٰ شُرَكَائِهِمْ، سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ (الأنعام: ۱۳۶) ''ان جاہلوں نے اپنی کھیتی اور جانوروں میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے مقرر کیا اور اپنے خیال کے

مطابق کہا کہ: ''یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ حصہ ہمارے شریک معبودوں کے لئے ہے، اور جو حصہ ان کے شریکوں کے لئے تھا وہ اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شریکوں تک پہنچتا ہے، ان کا یہ فیصلہ کتنا برا ہے''۔

جادو اور شعبدہ بازی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيَاطِيْنُ عَلىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلىٰ الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَاتَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّيْنَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِى الآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ البقرة: ۱۰۲ تا ۱۰۳) ''ان لوگوں نے ان جادوؤں کی پیروی کی جو شیاطین سلیمان علیہ السلام کے ملک میں پڑھتے تھے، اور سلیمان علیہ

السلام نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کی تعلیم کرتے تھے جو بابل میں ہاروت وماروت دو ملائکہ پر اتارے گئے تھے، اور یہ دونوں ملائکہ کسی کو جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہیں کہہ دیتے تھے کہ ہم تمہاری آزمائش کے لئے آئے ہیں، اس لئے کفر نہ کرو، تو وہ لوگ ان سے ایسا جادو سیکھتے تھے جس سے میاں وبیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں، اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور وہ ایسا جادو سیکھتے تھے جو ان کے لئے نقصان دہ تھا، فائدہ مند نہیں تھا۔ اور وہ اچھی طرح جان چکے تھے کہ جو اس جادو کو خریدے، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں، اور وہ کتنا برا عمل تھا جس سے انہوں نے اپنے نفس کو خریدا تھا، کاش وہ جانتے''۔

میرے پیارے بھائی! آپ مذکورہ آیت پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جادو برحق ہے، لیکن اس کا اثر اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم سے ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو اس کا اثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جادو کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے اور یہ بتلا دیا ہے کہ جادو سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور جادو کے ذریعہ میاں وبیوی کے مابین تفریق کی جاسکتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے جادو سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اللہ

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ، وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (سورۃ الفلق) ''اے نبی! آپ کہہ دیجئے: میں صبح کے رب کی پناہ مانگتا ہوں، ان تمام برائیوں سے جو اس نے پیدا کی ہے اور رات کے شر سے جب اندھیرا ہو جائے اور گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے''۔ اس سورہ میں ﴿اَلنَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ﴾ سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے جادو کے گرہوں میں منتر پھونکتی ہیں اور گرہیں لگاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جادو کی حقیقت ہے۔ نبی کریم ﷺ پر لبید بن اعصم یہودی نے جادو کیا تھا جس کا اثر یہ ہوا تھا کہ آپ کو ایسا لگتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا (بخاری ومسلم) اور وہ یہ تھا کہ آپ کو ایسا لگتا تھا کہ آپ نے اپنی بیوی سے صحبت کی ہے، حالانکہ آپ نے صحبت نہیں کی تھی، لیکن:

میرے پیارے بھائی! آپ یہ بات یاد رکھیں کہ نبی کریم ﷺ پر جادو ہو جانے سے آپ کی شانِ رسالت میں نہ کچھ کمی آتی ہے اور نہ آپ کے معصوم ہونے پر کوئی حرف آتا ہے۔ علامہ نووی رقمطراز ہیں:

''...... کیونکہ تبلیغ دین سے متعلق امور میں نبی کریم ﷺ کے سچا ہونے، صحیح الحواس ہونے اور آپ ﷺ کے معصوم ہونے پر قطعی دلائل موجود ہیں اور معجزات بھی اس امر کے شاہد ہیں، اس لئے جس کے خلافِ واقع ہونے پر دلیل قائم ہوا سے نبی کریم ﷺ کے حق میں جائز کہنا کسی قیمت پر درست نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ سرے سے باطل ہے۔ البتہ بعض دنیوی امور میں جس کے لئے نہ آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا اور نہ جس کی وجہ سے آپ کو فضیلت حاصل تھی اور جو کسی بھی انسان کو لاحق ہوسکتا ہے تو یہ بعید نہیں ہے اور ممکن ہے کہ دنیوی امور میں آپ کو ایسا خیال آئے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو، جیسا کہ بقول بعض نبی کریم ﷺ کو ایسا خیال ہوتا تھا کہ آپ نے اپنی بعض بیوی سے جماع کیا ہے، حالانکہ آپ نے ایسا نہیں کیا تھا اور ایسا خیال تو خواب میں ہر انسان کو آتا ہے، پھر اگر آپ ﷺ کو جادو کے اثر سے جاگتے میں ایسا خیال آجائے جس کی کوئی حقیقت نہ ہو تو یہ بات مستبعد نہیں''۔ (نووی ۱۴/۱۷۴ تا ۱۷۵)۔

میرے مسلمان بھائی! آپ ہمیشہ یہ بات یاد رکھیں کہ جادو کرنا، جادو سیکھنا یا سکھانا، یا جادو کا کوئی بھی معاملہ کرنا کفر ہے۔ (جس جادو میں شیطان کا تقرب حاصل کیا گیا ہو، یا شیطان کو پکارا گیا ہو، یا اس میں غیر

اللہ کو سجدہ کرنے کی بات ہو تو ایسا جادو کفر ہے، اور اگر جادو میں صرف ہاتھ کی صفائی ہو یا مجرد شعبدہ بازی ہو تو ایسا کرنا بڑا گناہ ہے کفر نہیں) بلکہ اللہ کے ساتھ کفر کے بعد ہی انسان کے لئے جادو کا معاملہ کرنا ممکن ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتٰى﴾ (طہ:٦٩) ''جادوگر کامیاب نہیں ہوسکتا چاہے وہ جیسے بھی آئے''۔ اور بعض لوگ جو نبی کریم ﷺ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ﴿تَعَلَّمُوْا السِّحْرِ وَلَا تَعْمَلُوْا بِهِ﴾ ''تم جادو سیکھو لیکن اس پرعمل نہ کرو''، تو یہ نبی کریم ﷺ پر سراسر بہتان ہے، یہ آپ کا فرمان ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے کہ جادو کفر ہے اور اس کا سیکھنا بہرحال حرام ہے۔

میرے عزیز بھائی! آپ یہ بات ذہن نشیں کرلیں کہ جادو کے ذریعہ میاں وبیوی کے درمیان تفریق ہوجاتی ہے، یا انسان کی نظر میں کچھ چیزیں دوسری شکلوں میں نظر آنے لگتی ہیں، یا اس قسم کی دوسری باتیں ہوجاتی ہیں تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم سے ہوتی ہیں، بذات خود جادو میں نفع یا نقصان کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی، بلکہ اس میں تاثیر اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم اور فیصلہ سے آتی ہے، کیونکہ خیر ہو یا شر، ہر چیز کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جادو کا شمار شر میں ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ

پھر اللہ تعالیٰ نے جادو اور اس جیسے دوسرے شر کو کس لئے پیدا کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جادو اور اس جیسی چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش اور امتحان کے لئے پیدا کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا: ﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ (البقرۃ: ۱۰۲) ''ہاروت و ماروت کسی کو جب ہی جادو سکھاتے تھے جب وہ اسے یہ بتا دیتے تھے کہ ہم بطور آزمائش آئے ہیں، اس لئے کفر نہ کرو''۔ اور صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو''، صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ﴾ (بخاری ومسلم) ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، کسی کو ناحق قتل کرنا جو اللہ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال (ہڑپ کر) کھانا، میدانِ جنگ سے فرار اختیار کرنا اور پاکدامن بھولی بھالی عورت پر زنا کی تہمت لگانا''۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطُيِّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ

أَوْ تُـكُهِّنَ لَهُ، أَوْ تَسَحَّرَ أَوْ تُسُحِّرَ لَهُ﴾ (صحیح،طبرانی وبزار) ''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو فال بتانے کا پیشہ اختیار کرے یا فال بتانے والے کے پاس جائے، یا جو کہانت کا عمل کرے یا جو کاہنوں کے پاس جائے، یا جو جادو کرے یا جو جادو کرانے کے لئے جادوگر کے پاس جائے''۔

میرے مسلمان بھائی! آپ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اسلام میں جادوگر کی سزا قتل ہے۔خلیفہ راشد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے عاملوں اور گورنروں کو لکھا کہ: ﴿أنِ اقْتُلُوْا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ﴾ (بخاری) ''ہر جادوگر مرد وعورت کو قتل کردو''۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''متعدد طرق سے مروی ہے کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر رہتا تھا جو اس کے سامنے جادو کا کھیل دکھایا کرتا تھا۔ وہ آدمی کا سر تن سے جدا کر کے الگ رکھ دیتا تھا، پھر سر کو پکارتا تھا تو سر بدن سے آکر لگ جاتا تھا، یہ دیکھ کر لوگ بڑا تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: ''سبحان اللہ! یہ تو مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے''۔ ایک دن مہاجرین میں سے ایک نیک آدمی نے اسے یہ کرتب دکھاتے دیکھا اور دوسرے دن اپنی چادر کے نیچے تلوار چھپا کر لا یا۔ جب جادوگر اپنا کرتب دکھانے لگا تو اس نے اپنی تلوار نکالی اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور

فرمایا: ''اگر یہ اپنے جادو میں اتنا ماہر ہے تو خود کو زندہ کر کے دکھا دے''
اور پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿ أَفَتَأْتُوْنَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴾ (الأنبیاء:۳) ''کیا تم جادو کے پاس دیکھ سن کر آتے ہو''، ولید بن عقبہ نہایت خفا ہوا اور پھر بعد میں انہیں چھوڑ دیا''۔

میرے مسلمان بھائی! آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ جادو سے جادو کا علاج کرنا، یا جادو اتارنا ناجائز وحرام ہے، پھر جادو کا علاج کیسے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنی آیات اور نبی کریم ﷺ سے منقول دعاؤں اور شرعی دم اور جھاڑ پھونک سے جائز ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کے ماہرین اور شرک سے پاک جھاڑ پھونک کرنے والوں کی طرف رجوع کریں تاکہ آپ شرک سے محفوظ رہیں اور آپ ناجائز علاج کرنے والوں سے دور رہ سکیں۔

آج کل بعض نام نہاد مسلمان ماہ محرم کے موقع پر اپنے جسموں کو خنجر، تلوار، شیشہ اور سیخ وغیرہ سے مارتے ہیں اور لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہ سب ہتھیار ان کے جسموں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتے اور یہ ان کی کرامت وولایت کا کھلا ثبوت ہے، اور ناظرین کی آنکھوں میں دھول جھونک کر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو ہم ولایت کے کتنے

اونچے مقام پر فائز ہیں۔ آپ یاد رکھیں کہ جو شخص حقیقت میں ولی ہوگا وہ کبھی بھی اپنی ولایت کا ڈھنڈورا نہیں پیٹے گا اور نہ وہ لوگوں کو یہ بتائے گا کہ وہ ولی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے: ﴿ فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴾ (النجم:۳۲) ''تم اپنے نفس کی پاکی نہ بیان کرو، اللہ جانتا ہے کہ کون متقی ہے''۔ کیا اس طرح سرِ عام اپنی ولایت کی تشہیر کرنے سے اس حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی نہیں ہوتی ؟ نیز اس طرح کے خوارق عادت امور اور کرامات ہمیشہ تقویٰ و پرہیزگاری کی علامت نہیں ہوتی، بلکہ سخت ریاضت اور کڑی سادھنا کرنے سے بھی بعض کافر و فاجر سے یہ سب خوارق عادت امور ظاہر ہوجاتے ہیں، جیسا کہ بعض ہندو جوگیوں سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اگر حقیقت میں یہ ولایت کے دعویدار اللہ کے ولی ہیں اور ان پر کوئی ہتھیار کام نہیں کرتا تو یہ لوگ کافروں اور دشمنانِ اسلام کے مقابلہ کے لئے کیوں نہیں نکلتے، جہاں مسلمانوں کی عزت و آبرو اور حرمت و تقدس کی نیلامی ہورہی ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ نام نہاد مدعیانِ ولایت مسلمانوں کی عزت و آبرو اور حرمت و تقدس کی پامالی پر رضامند اور خوش ہیں اور سب کچھ طاقت رکھتے ہوئے اسلام و مسلمانوں کا دفاع اور اس کی

روک تھام نہیں کرتے، بلکہ ان کے ساتھ ساز باز کئے ہوئے ہیں؟۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سید ولد آدم وسید الانبیاء والاولیاء محمد ﷺ کو غزوہ احد میں زخم آئے، یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہوگئے۔ نیز اسی غزوہ میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو جن میں وہ صحابہ بھی تھے جن کو نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی تھی، چوٹیں آئیں، یہی نہیں بلکہ ستر جانباز صحابہ رضی اللہ عنہم شہید بھی ہوگئے، مگر ان میں سے کسی سے بھی ایسی کرامات اور خوارق عادت امور ظاہر نہیں ہوئے، جن کا یہ مدعیانِ ولایت دعویٰ کررہے ہیں، جبکہ ان کے اولیاء ہونے میں کسی ادنیٰ شک وشبہ کی بھی گنجائش نہیں ہے اور جو شخص ان کو اولیاء نہ مانے اس کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور انہیں بھی اس صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت دے جسے ہمارے نبی کریم ﷺ نے اپنے قول، فعل، عمل اور تعلیمات سے واضح کردیا ہے اور اپنی امت کو واضح شاہراہ پر چھوڑا ہے۔

قرآن مجید، دین، اللہ اور رسول ﷺ کا مذاق اڑانا

ارشاد ربانی ہے: ﴿ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُوْلِهِ كُنْتُمْ

تَسْتَهْزِؤُنَ، لَاتَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ﴾ (التوبہ:٦٥ تا٦٦) ''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے، تم عذر نہ بیان کرو، تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو''۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک میں ایک شخص نے ایک مجلس میں مذاق اڑاتے ہوئے کہا: ''ہم نے اپنے ان قاریوں سے بڑھ کر پیٹ کا پجاری، زبان کا جھوٹا اور لڑائی کے میدان میں بزدل اور ڈرپوک نہیں دیکھا''۔ اس مجلس کے ایک دوسرے شخص نے کہا: ''تو جھوٹا ہے، تو منافق ہے، میں اس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو ضرور دونگا''۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو اس بارے میں قرآن حکیم کی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے اس منافق کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا پالان پکڑے ہوا ہے اور پتھروں پر سے گھسٹتا ہوا جا رہا ہے اور کہہ رہا ہے: ''اے اللہ کے رسول! ہم تو ہنسی مذاق اور تفریح کر رہے تھے''۔ اور رسول اللہ ﷺ یہ فرماتے جا رہے تھے: ''کیا تم اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے''۔ (تفسیر طبری، ابن ابی حاتم، حسن لشواہدہ)۔

میرے مسلمان بھائی! مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ دین کا، یا رسول ﷺ کا، یا اللہ تعالیٰ کا، یا شریعت کا، یا دین کے کسی مسئلہ کا، مذاق اڑانا کتنا بڑا اور خطرناک گناہ ہے، جس سے آدمی بسا اوقات دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے میرے پیارے بھائی! آپ دین کا، یا دین سے متعلق کسی بھی مسئلہ کا خواہ بطور تفریح ہی سہی، مذاق نہ اڑائیں، کیونکہ جو شخص بھی دین سے متعلق کسی بھی چیز یا مسئلہ کا مذاق اڑائے، مثلاً مسواک کا، یا داڑھی کا، یا شرعی پردہ کا، یا زنا، شراب اور قتل کی سزا کا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع کیا ہے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ اسلام کا حکم ہے، یا وہ اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے، یا دین وشریعت کو برا بھلا کہتا ہے، یا رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور شخصیت پر حملہ کرتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ ایسا آدمی ان باتوں سے دین سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

میرے مسلمان بھائی! آپ یاد رکھیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء و مذاق کے ضمن میں درج ذیل باتیں بھی داخل ہیں: قرآن مجید کا، یا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا، یا اس کے اسماء وصفات کا مذاق اڑانا، یا رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک کا مذاق اڑانا، یا کسی صحیح حدیث کا انکار

کرنا، یا قرآن وحدیث لکھے ہوئے اوراق کو کوڑے یا نجاست کی جگہوں میں ڈالنا، یا جس اخبار یا جریدہ میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات لکھے ہوئے ہوں، اس پر کھانا کھانا، نیز مدارس کے نصاب وکورس کی کتابوں کو جن میں قرآنی آیات یا حدیثِ رسول لکھے ہوئے ہوں، قصداً پٹخنا یا بے حرمتی کے ساتھ پھینکنا وغیرہ تمام باتیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ سب کو ان ناجائز کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فحاشی وبے حیائی اور عریانیت کو حلال سمجھنا اور ان کے پھیلاؤ پر راضی ہونا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَتَعْلَمُوْنَ﴾ (النور:۱۹) ’’جولوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں کے درمیان فحاشی وبے حیائی پھیلے، ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے‘‘۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ رَأيٰ مِنْكُمْ

مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيْمَانِ﴾ (مسلم) ''تم میں جو شخص منکر کام دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے برا جانے، لیکن یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے''۔

اور ایک حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِىْ أُمَّةٍ قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ، وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤمَرُوْنَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ﴾ (صحیح، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی بھیجا اس کی امت میں اس کے کچھ خاص حواری اور متبعین بنائے جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے حکموں کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے جو وہ بات کہتے تھے جو خود نہیں عمل کرتے تھے

اور وہ کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جو شخص ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے، وہ مومن ہے اور جو شخص اپنی زبان سے ان سے جہاد کرے، وہ مومن ہے اور جو شخص ان سے اپنے دل سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا حصہ نہیں''۔

میرے مسلمان بھائی! آپ مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث پاک کو بغور پڑھیں اور اچھی طرح سمجھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فحاشی و بے حیائی اور منکرات پر رضامندی، ان کی ترویج واشاعت اور پھیلاؤ کو اچھا سمجھنا اور اسے جائز وحلال سمجھنا، ان باتوں کا اللہ رب العالمین کے ساتھ کفر میں شمار ہے، خواہ ایسا کرنے والا خود کو مسلمان سمجھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق: ''جو آدمی منکر کا انکار اپنے دل سے بھی نہ کرے جو ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے اور جس کے بعد رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہوتا''، وہ شخص کیسے مومن ہو سکتا ہے؟ اب جو شخص فحاشی و بے حیائی اور منکرات کو پھلنے پھولنے اور پنپنے کا موقع فراہم کرے، ان کی ترویج واشاعت کو محبوب جانے، یا اپنے دین کو برا بھلا کہے، یا اپنے رب کو گالی دے، یا رسول کریم ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ نکالے، یا دیندار مسلمانوں کو اس وجہ سے گالی دے کہ وہ دین کا پابند ہے، یا سنت کی

پابندی کرنے والوں کا مذاق اڑائے ، یا ان کو رجعت پسندی کا طعنہ دے، یا شرعی حدود وسزاؤں کواس وجہ سے دقیانوسی قرار دے کہ ان کے نفاذ کی وجہ سے ان کو عیاشی کا موقع نہیں ملے گا اور اس کے ذوقِ لذت پرستی کو تسکین نہیں ملے گی ،تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ تمام باتیں یا بعض باتیں صریح کفر ہیں جنہیں وہی شخص زبان پر لا سکتا ہے اور کر سکتا ہے جو اپنا دین وایمان کھو چکا ہو۔

تعویذ وگنڈے

ابو بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے اپنا قاصد بھیجا اور اس کو حکم دیا: ﴿لَا يُبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قَلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ أَوْ قَلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ﴾ (بخاری) ''کسی بھی اونٹ کی گردن میں تانت کا پٹہ یا کسی بھی قسم کا پٹہ نہ رہنے دیا جائے ، بلکہ اسے کاٹ دیا جائے''۔ امام ابو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس زمانہ میں لوگ اونٹ کی گردن میں تانت کا پٹہ لٹکاتے تھے تاکہ نظرِ بد سے محفوظ رہے،اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ان پٹوں کو اونٹ کی گردنوں سے کاٹ دے اور اس سے آپ

ﷺ کا مقصد یہ بتانا تھا کہ یہ پٹے کسی بلا ومصیبت یا نظرِ بد کو دفع نہیں کر سکتے''۔علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ﴾ (صحیح ،احمد،ابوداؤد،ابن ماجہ) ''(ناجائز) جھاڑ پھونک،تعویذ وگنڈے اور''عمل حب'' سب شرک ہیں''۔یاد رہے کہ قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ سے منقول دعاؤں سے دم کرنا یا کرانا جائز ہے،اور ناجائز جھاڑ پھونک میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جو قرآن وحدیث کے علاوہ ہو اور جس میں شرکیہ کلمات یا غیراللہ سے فریادو استغاثہ کیا گیا ہو۔نبی کریم نے ﷺ فرمایا: ﴿أَعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ﴾ (مسلم،ابوداؤد) ''تم لوگ میرے سامنے اپنے دَم وجھاڑ پھونک کے منتروں کو پڑھو،اس دم وجھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ ہو''۔نیز جبریل علیہ السلام نے خود نبی کریم ﷺ پر دَم کیا ہے،اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام پر دم کیا ہے،اور صحابہ کرام نے ایک دوسرے پر دم کیا ہے،جو اس امر کی دلیل ہے کہ دَم اور جھاڑ پھونک جائز ومشروع ہے۔

جائز اور مشروع وہ دَم اور جھاڑ پھونک ہے جو قرآنِ کریم کی

آیتوں، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور رسول اللہ ﷺ سے منقول دعاؤں اور منتروں سے کی گئی ہو، البتہ جو جھاڑ پھونک عربی زبان میں نہ ہو، یا بے معنیٰ اور بے جوڑ کلمات سے ہو، یا کلمات کے خود ساختہ نمبروں سے ہو، یا ایسی آڑی ترچھی لکیروں سے ہو جس کا معنیٰ ومطلب معلوم نہ ہو، یا ایسے کلمات سے ہو جس میں غیر اللہ سے مدد طلب کی گئی ہو، یا کسی دیو، یا کسی بابا، یا کسی پیر کی دہائی دی گئی ہو، تو اس قسم کی ساری جھاڑ پھونک ناجائز باطل اور حرام ہیں اور بسا اوقات آدمی اس عمل سے کفر تک پہنچ جاتا ہے۔

میرے پیارے بھائی! آپ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جھاڑ پھونک کے بھی کچھ شرائط ہیں، اگر وہ شرائط نہ پائے جائیں تو کسی کے لئے بھی جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھاڑ پھونک تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ دَم اور جھاڑ پھونک اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے اسماء وصفات سے ہو۔

۲۔ دَم اور جھاڑ پھونک عربی زبان میں ہو اور ساتھ ہی اس کا معنیٰ معلوم ہو۔

۳۔ دَم کرنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ بذات خود دَم اور جھاڑ پھونک میں کوئی تاثیر نہیں، بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تاثیر آتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو اس میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔

حدیث پاک میں لفظ ''تمیمہ'' آیا ہے جس کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو لٹکائی جاتی ہے، خواہ بچوں کے گلے یا بدن کے کسی بھی حصہ میں لٹکائی جائے، یا جانوروں کی گردن یا کسی بھی حصہ میں، یا گھروں میں لٹکائی جائے، یا گاڑیوں اور موٹر کاروں میں لٹکائی جائے۔ اور لٹکائی جانے والی چیز خواہ کسی بھی قسم کی ہو، مثلاً پیتل، لوہا، مقناطیس، کوڑی، گھونگھا، ہڈی، دھاگہ، پرانا جوتا، گھوڑے کی لید اور ٹاپ وغیرہ، ان مذکورہ چیزوں یا ان جیسی دوسری کسی بھی چیز کو لٹکانا ناجائز، باطل اور حرام ہے، اس عقیدہ کے ساتھ کہ یہ چیزیں نظرِ بد اور مصائب وآفات کو دفع کرتی ہیں اور انسان کی اور اس کی ضروریات کی حفاظت کرتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسا کرنے میں غیر اللہ پر توکل ہوتا ہے، دوسری بات یہ کہ اس سے انسان کی رب کی عبادت میں خلل آتی ہے، یاد رہے کہ توکل بھی ایک عبادت بلکہ اہم ترین عبادت ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب بیان کرتی ہیں کہ:

''ایک بوڑھی عورت ہمارے گھر آتی تھی جو آشوبِ چشم (آنکھ آنے) کی جھاڑ پھونک کرتی تھی، ہمارے گھر میں لمبے پایہ والی چارپائی تھی۔ اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ گھر میں داخل ہوتے وقت آواز سے کھنکھارتے تھے۔ ایک دن عبداللہ گھر میں داخل ہوئے، جب اس بوڑھی نے ان کی آواز سنی تو چارپائی کے آڑ میں چھپ گئی۔ عبداللہ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور جب انہوں نے مجھے ہاتھ لگایا تو ان کا ہاتھ دھاگہ سے چھو گیا، یہ دیکھ کر انہوں نے دریافت کیا: ''یہ دھاگہ کیسا ہے؟''۔ میں نے کہا: ''اس دھاگہ میں میرے آشوبِ چشم کے لئے منتر پڑھا گیا ہے''۔ یہ سننا تھا کہ انہوں نے دھاگہ کو زور سے کھینچا اور توڑ کر پھینک دیا اور فرمایا: ﴿لَقَدْ أَصْبَحَ آلُ عَبْدِ اللّٰهِ أَغْنِيَاءَ عَنِ الشِّرْكِ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ الرُّقىٰ وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ﴾ (صحیح، ابن ماجہ) ''عبداللہ کا اہلِ خاندان اب شرک سے بے نیاز ہو چکا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جھاڑ پھونک، تعویذ و گنڈے اور ''عمل حب'' سب شرک ہیں''۔ زینب نے کہا: ''میں ایک دن باہر نکلی: ایک آدمی نے مجھے دیکھ لیا تو میری اس طرف کی آنکھ میں آنسو آ گئے جس جانب وہ آدمی تھا۔ جب میں نے یہ جھاڑ پھونک

کرائی تو آنسو آنا بند ہوگیا اور جب چھوڑ دیا تو پھر آنسو آنے لگے‘‘۔ یہ سن کر عبد اللہ نے فرمایا: ’’وہ شیطان تھا، جب تو نے اس کا کہا مانا تو اس نے تجھے چھوڑ دیا اور جب تو نے اس کی نافرمانی کی، تو اس نے تیری آنکھ میں انگلی کو نچ دی، ہاں! اگر تو وہی کرتی جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا تو تیرے لئے بہتر تھا اور تیرے لئے زیادہ مناسب یہ تھا کہ تو اپنی آنکھوں پر پانی چھڑکتی اور یہ دعا پڑھتی: ﴿أذْهِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ أنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إلَّا شِفَاؤكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقماً﴾ ’’اے انسانوں کے رب! تو مجھ سے یہ تکلیف دور کر دے، تو مجھے شفا دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، شفا تو صرف تیری ہے، اور تیری شفا ایسی ہے جو کسی بھی بیماری کو نہیں چھوڑتی‘‘۔

میرے عزیز مسلمان بھائی! آپ یہ بات بھی ذہن نشیں کرلیں کہ بچوں کے گلے میں قرآن مجید کی آیتوں، یا رسول اللہ ﷺ سے منقول دعاؤں کو کاغذ پر لکھ کر لٹکانا، یا پیتل یا چاندی یا کسی بھی دھات کے بنے تعویذ میں ڈال کر گلے میں، یا کلائی میں، یا بازو میں، یا کمر میں، یا بدن کے کسی بھی حصہ میں باندھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ مصیبت و آفت کو دفع کرتا ہے، تو اس کے جواز کے سلسلہ میں اہلِ علم اور فقہاء کے مابین

اختلاف ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ قرآن مجید یا ماثور دعاؤں کا تعویذ لٹکانا بھی ناجائز ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ''تمیمہ'' یعنی لٹکائی جانے والی چیز کے بارے میں قرآن وغیر قرآن کی کوئی تفریق نہیں کی ہے، جیسا کہ دَم اور جھاڑ پھونک کے بارے میں تفریق کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اکثر ان تعویذوں میں ایسی تحریریں لکھی جاتی ہیں جن کا معنیٰ معلوم نہیں، یا ان میں آیتوں کے ارقام ورموز، یا اعداد کے نقشے ہوتے ہیں، جو بہرصورت جائز ودرست نہیں۔ اس لئے شرک کا دروازہ بند کرنے کے لئے قرآنی تعویذ کو بھی منع کرنا ضروری ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! ہمارے اور آپ کے لئے نبی کریم ﷺ کا عمل اور اسوہ کافی ہے اور جو نبی ﷺ نے خود کیا ہے، وہ یہ کہ ہم اپنے مریض یا جس پر جادو کیا گیا ہے، یا جس کو نظرِ بد لگ گئی ہے، پر قرآن مجید کی آیت یا نبی کریم ﷺ سے منقول دعاؤں کو پڑھ کر دَم کریں، انشاء اللہ ہم بلا وآفت سے محفوظ رہیں گے اور مکمل شفا حاصل ہوگی۔ اور سب سے بہترین نمونہ تو نبی کریم ﷺ کا نمونہ ہے۔ نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپ حسن وحسین علیہما السلام پر یہ دعا پڑھ کر دَم کرتے تھے: ﴿أعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ

لَامَّۃٍ﴾ (بخاری، کتاب الأنبیاء) ”میں ہر شیطان و چڑیل، زہریلے جانور اور نظرِ بد سے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ طلب کرتا ہوں“۔ لیکن آپ ﷺ سے قطعاً یہ منقول نہیں کہ آپ نے کسی سورت یا آیت یا کسی دعا کو لکھ کر حسن و حسین کے گلے میں لٹکا دیئے ہوں۔ اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں، انشاء اللہ آپ آفت و بلا اور مصیبت سے محفوظ رہیں گے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل بھی کریں گے۔

حدیث پاک میں ایک لفظ ”تولہ“ آیا ہے، جس کا مطلب ہے ”عمل حب ونفرت“۔ یہ ایک قسم کا جادو ہے جس کے عمل سے شوہر کے دل میں عورت کی محبت بیٹھائی جاتی ہے، یا اگر دونوں میں جدائی کرانے کا ارادہ ہو تو دونوں کے مابین نفرت وناچاقی پیدا کی جاتی ہے۔ اس طرح کا جادوئی عمل آدمی کو اللہ کے دین اور اس پر توکل وبھروسہ سے روک دیتا ہے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اسے شرک قرار دیا ہے۔ اور یہ جو کسی کی محبت دل میں ڈالنے یا کسی سے نفرت پیدا کرنے کے لئے عمل کیا جاتا ہے اور اس کے لئے مختلف حربے استعمال کئے جاتے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

میرے پیارے مسلمان بھائی! درج ذیل کام بھی غلط، ناجائز، باطل اور حرام ہیں، مثلاً انبیاء واولیاء کی قبروں کے ساتھ چمٹنا، یا ان کی

قبروں کو بوسہ دینا، یا ان کی قبروں کو مَس کرنا، یا ان کی قبروں پر چادر چڑھانا، یا صاحبِ قبر کے نام خط لکھنا وغیرہ جو کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے خالی نہیں ہے۔اس لئے میرے بھائی! آپ شرک سے دور رہیں اور اپنے رب کی کتاب اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کریں، آپ کامیاب وکامراں رہیں گے، ورنہ آپ کا سارا عمل ضائع واکارت جائے گا، آپ اس آیت پر ٹھنڈے دل سے غور کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (الزمر:٦٥) ''اے نبی! اگر آپ شرک کریں تو آپ کے عمل ضائع ہوجائیں گے اور آپ بھی نقصان اٹھانے والوں میں ہوجائیں گے''۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم وبے نظیر شخصیت سے کہا ہے جو ساری کائنات میں اس کے نزدیک سب سے زیادہ محترم، مکرم اور محبوب ہے، پھر اگر ہم شرک کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ ہمیں تو اس کے تصور ہی سے کانپ اٹھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو شرک سے بچائے اور ہر اس عمل سے دور رکھے جو شرک تک لے جائے، آمین۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور سارے مسلمان بھائیوں کو دین پر ثابت قدم رہنے اور سلف صالحین کے عقیدہ پر قائم ودائم

رہنے اور اس پر حسنِ خاتمہ کی توفیق عطا کرے جن کے خیرِ امت ہونے کی شہادت سید الانبیاء اور سید ولد آدم ﷺ نے دی ہے، اسی کی تنہا ذات دعا سننے والی ہے اور قبول کرنے والی ہے۔

﴿وَصَلَّىٰ اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلىٰ يَوْمِ الدِّيْنِ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾

مشتاق احمد کریمی

صدر و بانی الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی، کٹیہار

مدینہ منورہ، سعودی عرب

۱۲ رجب ۱۴۱۶ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۹۵ء

فہرست مضامین کتاب

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۔	مقدمہ از مولف	۱
۲۔	اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنا	۸
۳۔	اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد	۱۵
۴۔	علم اسماء وصفات پر ایمان کا درجہ	۱۷
۵۔	اسماء وصفات سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ	۱۹
۶۔	اسماء وصفات پر ایمان کے بنیادی اصول	۲۲
۷۔	اسماء وصفات میں الحاد کا معنیٰ	۲۴
۸۔	سلف صالحین کے بارے ایک غلط فہمی کا ازالہ	۲۶
۹۔	کسی مخلوق کے بارے میں غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا	۲۷
۱۰۔	نجومی، جوتشی اور چوری کا پتہ بتانے والوں کے پاس جانا	۳۳
۱۱۔	نجومی، کاہن اور جوتشی سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ	۳۶
۱۲۔	غیر اللہ سے دعا وفریاد کرنا	۴۰

۱۳۔ غیر اللہ سے دعا و فریاد کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ ۴۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۴۔	شرک سے روکنے والوں پر ایک بہتان کا جواب	۶۰
۱۵۔	غیر اللہ کے لئے نذر ماننا اور جانور ذبح کرنا	۶۵
۱۶۔	جادو اور شعبدہ بازی	۷۲
۱۷۔	قرآن، دین اور رسول ﷺ کا مذاق اڑانا	۸۲
۱۸۔	فحاشی و بے حیائی کو حلال سمجھنا اور ان پر راضی ہونا	۸۴
۱۹۔	تعویذ و گنڈے	۸۷
۲۰۔	فہرست مضامین	۹۷
۲۱۔	ضعیف حدیث پر عمل کرنے والوں کیلئے ایک لمحہ فکریہ	۹۹

تمت بالخیر

وَآخِرُ دَعْوَانَا أنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

ضعیف حدیث پر عمل کے شرائط

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (القول البدیع/ ۱۹۵) نے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے تین شرائط ہیں:

۱۔ ضعف شدید نہ ہو: یہ متفق علیہ شرط ہے، اس طرح حدیث کے راویوں میں کوئی کذاب، متہم یا فحش غلط روایت کرنے والا راوی نہ ہو۔

۲۔ وہ ضعیف حدیث کسی عمومی اصل کے تحت آتی ہو: اس طرح وہ موضوع حدیث نہ ہو کہ سرے سے اس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

۳۔ اس پر عمل کرتے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ ہو: تا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات نسبت نہ کی جائے جو آپ ﷺ نے نہیں کہی ہے۔

اخیر کی دونوں شرطیں علامہ ابن عبدالسلام اور علامہ ابن دقیق العید سے بھی منقول ہیں اور پہلی شرط پر اتفاق علامہ علائی نے نقل کیا ہے۔ (الأجوبۃ الفاضلۃ/ ۴۳ تا ۴۴، مولفہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی، تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ اور صاحب ردالمحتار شرح درمختار نے بھی ذکر کیا ہے)۔

محدث شیخ بدرالدین حسینی نے فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کی دو شرطیں بیان کی ہیں:

۱۔ اس حدیث کے لفظ کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔

۲۔ اس حدیث سے ثابت حکم کسی صحیح حدیث یا معروف حکم کے خلاف نہ ہو۔

(منقول از مقدمہ زاد المعاد/ ۱۱ تا ۱۲، متن وحاشیہ مطبوعہ دار الریان، ایڈیشن پندرہواں)۔

عقیدہ یا جہالت

(ضعیف حدیث پر عمل کرنے والوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ)

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ

سلسلہ مطبوعات الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار (۲)

نام کتاب : عقیدہ یا جہالت

مولف : مشتاق احمد کریمی

سن طبع اول : ۱۹۹۷ء

سن طبع دوم : ۲۰۰۴ء

صفحات : ۱۰۰

تعداد : ۱۱۰۰

تقسیم کار : معہد حفصہ بنت عمر حاجی پور، کٹیہار ۸۵۴۱۰۵

پروڈکشن : الہلال ایجوکیشنل سوسائٹی کٹیہار، بہار فون ۲۲۵۸۹۶

کمپوزنگ : مکتب دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

طابع : سرورق ڈیزائن :

قیمت : ۵۰ روپئے

ملنے کا پتہ : ۱۔ معہد حفصہ بنت عمر حاجی پور، کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵

۲۔ اپنا کتب خانہ، ایم جی روڈ کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵

۳۔ جنرل کتاب گھر، ایم جی روڈ کٹیہار، بہار ۸۵۴۱۰۵

۴۔ مکتبہ ترجمان، مرکزی جمعیت اہلحدیث ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

۵۔ مکتبہ جامعہ ابن تیمیہ، مسجد کالے خاں، دریا گنج، نئی دہلی۔